ماہنامہ

التحقیقات

(جمادی الآخرہ کا شمارہ)

۱۴۴۴ھ

موضـــــــــــوعات

مصنفین صحاح ستہ کا تعارف

فلسفہ باغ فدک

سلسلہ تعارف کتب

افضلیت صدیق اکبر

سلسلہ شرح ذوق نعت

نائب محدث اعظم پاکستان

حفاظ الکتب

روایتوں کی تحقیق

مزید بھی بہت کچھ۔۔۔

DARUT TAHQIQAT INTERNATIONAL

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

ماہنامہ

التحقیقات

(جمادی الآخرہ کا شمارہ)
۱۴۴۴ھ

مُدیر: ابو حنین سید ثقلین صاحب

معاون ماہنامہ التحقیقات:
محمد سلیم رضوی، ابو البیان القادری، دانیال السنی القادری، عمران اشفاق

شرعی مفتش: مولانا وقار رضا مدنی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION



AMO
ABDE MUSTAFA OFFICIAL

تفصیلات

کتاب کا نام:

ماہنامہ التحقیقات (جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ)

مُدیر: ابو حنین سید ثقلین صاحب

معاون ماہنامہ التحقیقات:

محمد سلیم رضوی، ابو البیان القادری، دانیال السنی القادری، عمران اشفاق

شرعی مفتش: مولانا وقار رضا مدنی

ڈیزائننگ اور کمپوزنگ:

PURE SUNNI GRAPHICS

سَنہ اشاعت:

جمادی الأخرہ ۱۴۴۴ھ

DECEMBER 2022

صفحات:

118

ناشر:

صابیا ورچوئل پبلی کیشن

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

AMO

POWERED BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

info@abdemustafa.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

فہرست عناوین

احکام قرآن	از قلم دانیال رضا پیروانی
شرعی مسائل اور ان کا حل	از قلم مفتی مجیب الرحمن قادری
اسلام میں پورے داخل ہونے کا مطلب	از قلم احسان رضا قادری
برکات نام محمد	از قلم ابوحنین سید ثقلین البخاری
عقیدہ ختم نبوت (قسط 1)	از قلم بلال احمد شاہ ہاشمی
فلسفہ باغ فدک (قسط 1)	از قلم ابوسفیان محمد راشد مدنی
افضلیت صدیق اکبر	از قلم ابواویس مفتی عبید رضا قادری
حضرت ابو صدیق کا عشق رسول	از قلم محمد ہاشم رضا مصباحی
سلسلہ قادریہ کے تین بزرگان دین (قسط 3)	از قلم ابوالحسن علی رضا ہزاروی
سلسلہ نقشبند کے پیشوا کون ؟	از قلم ابوالہلال محمد بلال رضا قادری
نائب محدث اعظم پاکستان	از قلم محمد ثقلین عبدالرحمٰن ترابی
روایتوں کی تحقیق (قسط 2)	از قلم عبد مصطفی (محمد صابر قادری)
حفاظ الکتب	از قلم احمد رضا مغل
سلسلہ تعارف کتب	از قلم محمد یاسر مشتاق
سلسلہ شرح ذوق نعت	از قلم عمران اشفاق
مصنفین صحاح ستہ کا تعارف	از قلم دانیال سہیل عطاری

تفسیر نعیمی کے متعلق ایک الجھن کا حل	از قلم محمد آصف اقبال مدنی
بچوں کو عاشق صحابہ واہل بیت کیوں اور کیسے بنایا جائے	از قلم محمد احسان شاہ عطاری
امام مسجد کو کیسا ہونا چاہیے	از قلم منیر احمد اشرفی عفی عنہ
زندگی پر سکون گزاریں	از قلم ابوالبیان القادری

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں

مختلف ممالک سے کئی لکھنے والے ہمیں اپنا سرمایہ ارسال فرمارہے ہیں جنھیں ہم شائع کر رہے ہیں۔ ہم یہ بتاناضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری شائع کردہ کتابوں کے مندرجات کی ذمہ داری ہم اس حد تک لیتے ہیں کہ یہ سب اہل سنت و جماعت سے ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ ہر لکھاری کا تعلق اہل سنت سے ہے۔ دوسری جانب اکابرین اہل سنت کی جو کتابیں شائع کی جارہی ہیں تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ پھر بات آتی ہے لفظی اور املائی غلطیوں کی تو جو کتابیں "ٹیم عبد مصطفی آفیشل" کی پیشکش ہوتی ہیں ان کے لیے ہم ذمہ دار ہیں اور وہ کتابیں جو ہمیں مختلف ذرائع سے موصول ہوتی ہیں، ان میں اس طرح کی غلطیوں کے حوالے سے ہم بری ہیں کہ وہاں ہم ہر ہر لفظ کی چھان پھٹک نہیں کرتے اور ہمارا کردار بس ایک ناشر کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کئی کتابوں میں ایسی باتیں بھی ہوں کہ جن سے ہم اتفاق نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر کسی کتاب میں کوئی ایسی روایت بھی ہو سکتی ہے کہ تحقیق سے جس کا جھوٹا ہونا اب ثابت ہو چکا ہے لیکن اسے لکھنے والے نے عدم توجہ کی بنا پر نقل کر دیا یا کسی اور وجہ سے وہ کتاب میں آ گئی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ کئی وجوہات کی بنا پر ایسا ہوتا ہے۔ تو جیسا ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ ہم اسے شائع کرتے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں۔ ایک مثال اور ہم اہل سنت کے مابین اختلافی مسائل کی پیش کرنا چاہتے ہیں کہ کئی مسائل ایسے ہیں جن میں علمائے اہل سنت کا اختلاف ہے اور کسی ایک عمل کو کوئی حرام کہتا ہے تو دوسرا اس کے جواز کا قائل ہے۔ ایسے میں جب ہم ایک ناشر کا کردار ادا کر رہے ہیں تو دونوں کی کتابوں کو شائع

کرنا ہمارا کام ہے لیکن ہمارا موقف کیا ہے، یہ ایک الگ بات ہے۔ ہم فریقین کی کتابوں کو اس بنیاد پر شائع کر سکتے ہیں کہ دونوں اہل سنت سے ہیں اور یہ اختلافات فروعی ہیں۔ اسی طرح ہم نے لفظی اور املائی غلطیوں کا ذکر کیا تھا جس میں تھوڑی تفصیل یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کئی الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے تلفظ اور املا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورت بنے گی کہ ہم اگرچہ کسی ایک طریقے کی صحت کے قائل ہوں لیکن اس کے خلاف بھی ہماری اشاعت میں موجود ہوگا۔ اس فرق کو بیان کرنا ضروری تھا تاکہ قارئین میں سے کسی کو شبہ نہ رہے۔

ٹیم عبد مصطفی آفیشل کی علمی، تحقیقی اور اصلاحی کتابیں اور رسالے کئی مراحل سے گزرنے کے بعد شائع ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں بھی ایسی غلطیوں کا پایا جانا ممکن ہے لہذا اگر آپ انھیں پائیں تو ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔

دار التحقیقات انٹر نیشنل

﴿مختصر تعارف واہداف﴾

دار التحقیقات انٹر نیشنل علاقائی لسانی اور عصبی خیالات سے مبرا خالصۃ مذہبی اور اسلامی ٹیم ہے، جس کا مقصود بطورِ خاص تحریر اور تصنیف کے ذریعے تبلیغِ دین کرنا ہے، تحریر و تصنیف کی اہمیت و ضرورت سے کسے انکار؟ کہ علم جو کہ مردہ قوموں کو زندگی دیتا اور بے مروت لوگوں کو جینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے، اس علم کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ تحریر و تصنیف ہے لیکن۔۔۔ افسوس تحریر و تصنیف کا سلسلہ بھی قدرے ماند پڑتا جارہا ہے، ولہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نسلِ نو کو تحریری ذہن دیا جائے، الحمدللہ عزوجل

دار التحقیقات کا ایک بنیادی مقصد:

مختلف ممالک کے علمائے کرام اور محررین حضرات کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا جس کے ذریعے اچھے پیمانہ پر اسلام کی خوب صورت تعلیمات لوگوں تک پہنچ سکیں،

دار التحقیقات انٹر نیشنل کے اہداف:

دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور اسلام سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بالعموم دینی کتب کا آسان اور جدید انداز میں ترجمہ، وتشریح کرنا، سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر دروس و خطابات کے ذریعے دنیا کے مختلف ممالک کے لوگوں تک تعلیماتِ اسلام پہنچانا، دنیا بھر میں اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل کی تیاری اور اس کے نفاذ کے لئے کوشاں رہنا،

علماء و طلبا سے گزارش :

علمائے کرام و طلبائے عظام سے التماس ہے کہ ہمارے دست و بازو بنیں، اپنی تحریری صلاحیتوں کے ذریعے دینِ متین کی خدمت کریں،

اخوکم عبدالمصطفیٰ

سعدی الازہری (جامعۃ الازہر مصر)

رکن دار التحقیقات انٹرنیشنل

احکام قرآن: غصّہ نہ کریں

دانیال رضا پیروانی

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ
(آل عمران:۱۳۴)

ترجمہ کنزالعرفان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کا ایک وصف "غصہ پینے والے" بھی بیان کیا گیا تو آئیے سب سے پہلے یہ جانتے ہیں، کہ غصے کی تعریف کیا ہے؟ مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اسے دفع (دور) کرنے پر ابھارے۔ (مراۃ المناجیح ج۶ص۶۵۵)

غصہ کرنا کب بُرا کب اچھا ہے؟

غصّہ آنا یہ اِنسان کی فطرت میں شامل ہے، یہ ایک غیر اختیاری امر ہے، جس میں ہمارا کوئی قصور نہیں لیکن اب اس غصے کو نافذ کرنا کب برا اور کب اچھا ہے اس حوالے سے حضرت علامہ عبدالمصطفٰی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ در حقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دارومدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ

برا ہے۔ اور اگر بر محل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔

(جنتی زیور، ص ۱۰۷)

ایکِ شبہ کا ازالہ:

یہاں میں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ عوام میں ایک بات مشہور ہے کہ غصہ حرام ہے تو اوپر ذکر کی گئی وضاحت سے اس بات کا غلط ہونا بھی معلوم ہو گیا۔

وہ لوگ کہ جو ایک تو بکثرت غصّہ کرتے ہیں، اور پھر غصّہ کی حالت میں اپنے ماتحتوں پر ظلم و زیادتی بھی کر جاتے ہیں۔ جیسے کہ بعض لوگ کسی چھوٹی سی بات پر غصے میں آکر اپنی بیویوں کو مارتے ہیں، اور بے حد مارتے ہیں، پھر بعض اوقات چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر طلاق دے دیتے ہیں، اسی طرح بعض ٹیچر زیا قاری صاحبان غصہ میں اپنے شاگردوں کو بے تحاشا مارتے ہیں، بعض اوقات اِنہیں اِن کے جرم سے زیادہ سزا دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو حدیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی وعید میں غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: "بے شک جہنم میں ایک ایسا دروازہ ہے جس سے وہی شخص داخل ہو گا جس کا غصہ اللہ عزوجل کی نافرمانی پر ہی ٹھنڈا ہوتا ہے۔" (کنزالعمال، کتاب الاخلاق، ر:۷۶۹۶، ج۳، ص۲۰۸)

لہٰذا چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ میں آکر ظلم کرنے کے بجائے، اوپر ذکر کی گئی آیتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے حلم و بردباری سے کام لیں۔

حلم و بردباری کسے کہتے ہیں؟

غصے کو برداشت کرلینا اور غصہ دلانے والی باتوں پر غصہ نہ کرنا اس کو حلم اور بردباری کہتے ہیں۔ (جنتی زیور، ص ۱۳۲)

غصّہ پینے کے متعلق فضائل احادیثِ مبارکہ میں بھی آئے ہیں: ہمارے پیارے پیارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، ر۱۱۸۶، ج۴، ص۴۶۳)

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہمارے پیارے آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو انتقام کی قدرت کے باوجود غصہ پی جائے تو اللہ عزوجل اُس کو (بروز محشر) مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اُسے اختیار دے گا کہ حوروں میں جسے چاہے اپنا لے۔"

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ر۲۵۰۱، ج۴، ص۲۲۲)

غصے کے علاج:

اگر کسی شخص کو غصّہ آجائے تو اس کو دور کرنے کے لیے احادیثِ مبارکہ میں اس کے علاج بھی بیان ہوئے ہیں، ان پر عمل کرکے بھی غصے کو دور کیا جاسکتا ہے:

۱) جب بھی غصّہ آئے تو وضو کرلیں۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ کی پیدائش ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرلیا کرے۔" (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، ر:۴۷۸۴، ص۱۵۷۵)

۲) جب بھی غصّہ آئے تو اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ لیں۔

ہمارے پیارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ: "اگر تم میں سے

کوئی غصہ کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ لے تو اس کا غصہ رفع ہو جائے گا۔"

(المعجم الاوسط، ر: ۷۰۲۲، ج۵، ص۱۹۰)

۳) جب بھی غصّہ آئے تو خاموشی اختیار کر لیں

ہمارے پیارے پیارے آخری نبی مکی مدنی صلّی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ: "جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے خاموشی اختیار کر لینی چاہیے۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس۔۔۔الخ، ر۲۱۳۶، ج ۱، ص۵۱۵)

۴) جب بھی غصّہ آئے تو اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں اور اگر اس سے بھی دور نہ ہو تو لیٹ جائیں

فرمانِ آخری نبی صلّی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: "جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس سے اس کا غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، ر: ۴۷۸۲، ص۱۵۷۵)

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی علاج علماء نے بیان فرمائے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر بکثرت غصّہ کرنے کی عادت کو نکالنے کی کوشش کریں، کیونکہ معاشرے میں کئی فتنوں اور فساد کی جڑ یہی غصّہ بنتا ہے، اِس کے لیے آیات و احادیثِ مبارکہ میں بیان کردہ غصّہ کرنے کی وعیدوں میں غور کریں، اور غصّہ پینے کے فضائل پر غور کریں یا غصے کے جو علاج بیان کیے گئے ہیں، ان پر عمل کر کے غصّہ دور کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ عزوجل! ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے حلم و بردباری کی دولت سے مالا مال فرما کر اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

شرعی مسائل اور ان کا حل

مفتی مجیب الرحمن قادری

اگر والد صاحب اپنی اولاد کو ہدیہ دینے میں ناانصافی کرے تو شرعا کیا حکم ہے ؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے متعلق۔

محمد شفیق صاحب کی عمر تقریبا 90 سال ہے ان کی 4 اولاد ہیں 1 بیٹی ہاجرہ اور 3 بیٹا = ا/ محمد نوازی ۲/ محمد محبوب ۳/اور عبد الرئوف۔ والد کے پاس ساڑھے اٹھارہ کٹھہ زمین ہے والد کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تقریبا مسلسل ڈھیڑ ماہ شدید بیمار رہے بیٹے محبوب اور عبد الرئوف نے والد کا علاج کروایا مزید خدمت کی بڑے بیٹے نوازی نے علاج میں حصہ نہیں لیا اور خدمت بھی نہیں کی والد صاحب بڑے سے پہلے ہی سے ناراض تھے۔ خیر والد صاحب جب ٹھیک ہو گئے تو دو بیٹے محبوب و عبد الرئوف کو تین کٹھے زمین کی پلاٹ سے ڈیڑھ کٹھہ زمین بھی رجسٹر کر دئے اس کے علاوہ عبد الرئوف کو دس دھور زمین مزید رجسٹر کئے باقی زمین والد صاحب کے پاس ہے بڑے بیٹے نوازی کو جب یہ خبر ملی کہ والد صاحب نے دونوں بھائیوں کو زمین رجسٹر کر دئے ہیں تو نوازی نے والد اور دونوں بھائی کو غدار بے ایمان اور سر درد کہنے لگے۔ عبد الرئوف صوم صلات کے پابند ہیں مسجد میں کبھی کبھی اذان اور امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں فی الحال عبد الرئوف پر گائوں سماج کے لوگوں نے اذان دینے اور امام کی غیر موجودگی اور امامت کرنے سے روک لگادی اس لئے کہ عبد الرئوف کے پاس ایمان نہیں ہے وہ غدار ہے خارج اسلام

ہے۔

مدعاء تحریر اینکہ کیا واقعی والد صاحب زمین دینے اور بیٹے لینے کی وجہ سے تینوں بے ایمان و غدار کہلانے کے مستحق ہیں۔

عبدالرئوف اذان دے سکتے ہیں یا نہیں؟

امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

العارض عبدالرئوف قادری موضع دونواں تھانہ شکڑا ضلع مظفر پور بہار 2022/4/24

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الأمین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی عزوجل

ا/والدین کی خدمت کرنا ضروری ہے چاہے اولاد کو اپنی ملکیت سے کچھ دیں یا نہ دیں بایں طور اگر کوئی والد زندگی میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر کے ان کو ہبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے شریعتِ مطہرہ کی تعلیمات یہ ہیں کہ وہ تمام بیٹوں اور بیٹیوں میں برابری کرے، کسی معتبر وجہ کے بغیر کسی کو کم کسی کو زیادہ نہ دے، اور نہ ہی بیٹے اور بیٹیوں میں فرق کرے یعنی بیٹیوں کو کم دینا یا نہ دینا درست نہیں ہے اگر بلا وجہ بیٹے اور بیٹیوں میں سے کسی کو کم دے گا، یا محروم کرے گا تو گناہ گار ہو گا۔ البتہ اگر اولاد میں سے کسی بیٹے یا بیٹی کے زیادہ نیک و صالح ہونے یا زیادہ خدمت گزار ہونے کی وجہ سے اس کو دیگر کے مقابلہ میں کچھ زائد دے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن کسی ایک کو بالکل محروم کرنا درست نہیں ہے۔ مذکورہ صورت میں والد صاحب نے

اپنی خدمت اور علاج کروانے کی وجہ سے دونوں بیٹوں کو کچھ زمیں ہبہ کیا اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اگر والد صاحب اپنی زندگی میں اپنی مکمل جائیداد دو بیٹیوں میں تقسیم کردیتے اور بڑے بیٹے اور بیٹی کو محروم رکھتے تو یہ ناانصافی اور حق تلفی ہوگی اور ایسی غیر منصفانہ تقسیم کرنے سے والد گناہ گار ہوگا، اگر والد زندگی میں مکمل جائیداد یا کچھ جائیداد چند بیٹوں کو بطور ہبہ مکمل قبضہ اور تصرف کے اختیار کے ساتھ دے دے تو ان بیٹوں کے لیے اسے قبول کرنا جائز تو ہے اور قبول کرنے سے بیٹے اس جائیداد کے مالک بھی ہو جائیں گے، لیکن والد محترم کو چاہیے کہ وہ باقی اولاد کو بھی اسی قدر ہدیہ (گفٹ) کریں، ورنہ والد گناہ گار ہوگا،

جیساکہ حدیث پاک میں ہے

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے:

وعن النعمان بن بشير أن أباه أتى به إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إني نحلت ابني هذا غلاماً فقال: «أكل ولدك نحلت مثله؟» قال: لا قال: «فأرجعه». وفي رواية...... قال: «فاتقوا الله واعدلوا بين أولادكم».

(مشکاۃ المصابیح، 261/1، باب العطایا، ط: قدیمی)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) ان کے والد (حضرت بشیر رضی اللہ عنہ) انہیں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے ؟، انہوں نے کہا: نہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر (نعمان سے بھی) اس غلام کو واپس لے لو۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ...... آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی سے

ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ (مظاہر حق، 193/3، باب العطایا، ط: دارالاشاعت)

اسی طرح ایک روایت میں ہے

من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة."

(مشکاۃ المصابیح 926/2 ط: المکتب الأسلامي)

جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی وارثت سے محروم رکھے گا۔

فتاوی شامی میں ہے

ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم ". (ردالمحتار 696/5 ط: سعید)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے

وعلى جواب المتأخرين لا بأس بأن يعطي من أولاده من كان متأدباً".

(ج: ۳/ ۴۶۲، ط: زکریا ھند)

فتاوی شامی میں ہے:

(وتتم) الهبة (بالقبض) الكامل۔ (ردالمحتار 5۔690 ط: سعید)

پر مذکورہ صورت میں والد صاحب نے بطور علاج و خدمت کے کچھ دیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲/ محمد نوازی نے جو اپنے والد اور دونوں بھائیوں کو بے ایمان و غدار اور سر درد کہاں یہ کہنا گناہ ہے واضح رہے کہ ہمارے معاشرے میں جس انداز سے کسی کو بے ایمان کہا جاتا ہے، اس طرح کہنے والے پر حکمِ کفر عائد نہیں ہو گا، کیونکہ یہ کلمات عام طور پر کافر کے معنی میں نہیں

بولے جاتے اور نہ ہی ان کلمات سے کہنے والے کا مقصد دوسرے کو کافر قرار دینا ہوتا ہے، بلکہ اُس کی خیانت، دھوکہ دہی یا اِن جیسی کسی برائی کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے کہنے والے پر حکمِ کفر عائد نہیں ہو گا، لیکن کسی مسلمان کو بلا اجازتِ شرعی بے ایمان و غدار کہنا ناجائز و گناہ اور تعزیر کا سبب ہے کہ اس میں مسلمان کی ایذا اور ہتکِ عزت ہے، جو جائز نہیں۔

بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دینے کے متعلق حدیث پاک میں ہے

"من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ"

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (المعجم الاوسط، باب السین، من اسمہ سعید، جلد4، ص60، مطبوعہ قاھرہ)

مصنف بہار شریعت رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

کسی کو بے ایمان کہا، تو تعزیر ہو گی اگرچہ عرفِ عام میں یہ لفظ کافر کے معنی میں نہیں، بلکہ خائن کے معنی میں ہے اور لفظِ خائن میں تعزیر ہے (بہار شریعت، ح9، ج2، ص409، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جنتی زیور میں ہے کسی کو بے ایمان کہنا یا یہ کہنا کہ فلاں پر خدا کی مار، خدا کی پھٹکار، خدا کی لعنت، خدا کا غضب پڑے، فلاں کو دوزخ نصیب ہو، اس طرح سے بولنا گناہ کی بات ہے، جس کو ایسا کہا، اگر واقعی وہ ایسا نہ ہوا، تو یہ بری لعنت اور پھٹکار لوٹ کر کہنے والے پر پڑے گی

(جنتی زیور، ص416، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہاں اگر کہنے والا بطورِ اعتقاد کسی مسلمان کو بے ایمان (کافر) کہے، تو کسی تاویل یا وجہِ شبہ یا وجہِ حقیقی کے بغیر کہنے والے پر حکمِ کفر عائد ہو گا اگرچہ صورتِ مسئولہ میں کافر سمجھ کر بے ایمان کہنے کی صورت ظاہراً نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم شریف میں ہے: واللفظ

للثانی: "اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بھا احدھما" ترجمہ: جب کسی نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کافر کہا، تو یہ کفر دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹے گا۔"

(الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ج 1، ص 57، مطبوعہ کراچی)

لہذا مذکورہ صورت میں بڑے بیٹے اپنے والد اور دونوں بھائیوں سے معذرت طلب کریں اور توبہ و استغفار لازم وہے اور محلے کہ جن لوگوں نے بڑے بیٹے کی مساعدہ کی سب لوگ توبہ و استغفار کریں اور آئندہ ایسے الفاظ سے اجتناب لازم ہے عبد الرئوف اذان و امامت کر سکتے ہیں دیگر شرائط امامت کے ساتھ۔

واللہ ورسولہ أعلم بالصواب

کتبہ محمد مجیب قادري

لھان 18 خادم دارالافتاء البرکاتي علماء فاونديشن شرعي سوال وجواب ضلع سرھانیال نیبال

1444/05/19

2022/12/14

الجواب صحیح والمجیب نجیح

محمد عثمان برکاتی مصباحی

(قاضی نیپال و مفتی اعظم نیپال قاضی و مفتی مرکزی ادارہ شرعیہ پنجتنکیہ کشمیری جامع مسجد کاٹھمنڈو نیپال)

2022/12/10

اسلام میں پورے داخل ہونے کا مطلب

احسان رضا قادری

مومن کا ابتدائی دور تو یہ ہے کہ وہ اسلام میں پورا پورا آجائے اور انتہائی دور یہ ہے کہ اسلام اس (یعنی انسان) میں پورا پورا آجائے کہ نورِ اسلام اس کی رگ رگ میں سرایت کر جائے،

روٹی آگ میں گئی تو صرف گرم ہو کر پک گئی مگر آگ نہ بن سکی، کوئلہ میں آگ گئی تو کوئلہ خود آگ بن گیا کہ اس کا نام کام رنگ روپ سب آگ کا سا ہو گیا، کالا تھا سرخ ہو گیا، ہاتھ یا کپڑے پر پہنچا تو اسے جلا دیا ایسے ہی اگر تم میں اسلام آگیا تو تم سراپا نور ہو جاؤ گے جہاں بیٹھو گے آگ لگا دو گے جہاں دفن ہو گے وہاں میلے لگ جائیں گے جس جگہ بیٹھ جاؤ گے وہ جگہ نور بن جائے گی۔

صوفیائے کرام علیھم الرضوان یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ،208) ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اسلام ین پورے داخل ہو جاؤ۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس چار چیزیں ہیں: جسم، دل، دماغ اور روح۔ اسلام میں بھی چار چیزیں ہیں: شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت۔

اسلام میں پورے آجانے کے معنٰی یہ ہیں کہ جسم پر شریعت دل میں طریقت دماغ میں حقیقت اور روح میں معرفت رچ جائے۔ (تفسیر نعیمی، 317/318)

اللہ کریم قرآن مجید پر عمل کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

برکاتِ نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ابوحنین سید ثقلین البخاری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود ساری ہی کائنات کے واسطے رحمتوں اور برکتوں کا وسیلہ ہے۔ آپ کی مبارک ذاتِ مبارکہ سے جس چیز کو بھی نسبت حاصل ہو جائے، وہ نزولِ رحمت اور حصولِ برکت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی اگر بات کریں، تو یہ نام ایسا ہے کہ جس کا تذکرہ دلوں کے سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں جگہ جگہ اس نامِ مبارک کے فضائل و برکات کا بیان ملتا ہے، چنانچہ

(1) حضور نے ارشاد فرمایا: جس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور میری محبت اور حصولِ برکت کے لیے اس کا نام محمد رکھے تو وہ اور اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے۔

(کنزالعمال، کتاب النکاح، الفصل الاول فی الاسماء، ۱۶/۱۷۵، حدیث ۴۵۲۱۵)

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارکہ سے نہ صرف اُس امتی کو جنت کی خوشخبری سنا رہے ہیں جس کا نام محمد ہو بلکہ اس کے والد کو بھی جنت میں داخلے کی بشارت عطا فرما رہے ہیں۔

(2) نبیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے نام سے برکت کی امید کرتے ہوئے میرے نام پر نام رکھا، قیامت تک اس پر برکت نازل ہوتی رہے گی۔

(کنزالعمال، ۱۶/۱۵۷، حدیث ۴۵۲۱۳)

(3) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: بروزِ قیامت دو شخص ربّ العزت کے حضور کھڑے کئے

جائیں گے، حکم ہوگا انھیں جنت میں لے جاؤ، وہ عرض کریں گے: الٰہی ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے، ہم نے تو جنت کا کوئی کام کیا نہیں؟ اللہ پاک فرمائے گا جنت میں جاؤ! میں نے حلف کیا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔(مسند الفردوس ۲/۵۰۳، حدیث ۸۵۱۵)

(4) حدیثِ قدسی ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا، اسے عذاب نہ دوں گا۔(کشف الخفاء، حرف الخاء، ۱/۳۴۵، حدیث: ۱۲۴۳)

سبحان اللہ، اللہ پاک اپنی عزت و جلال کی قسم یاد فرما کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پر نام رکھنے والوں کو دوزخ سے رہائی کے مژدے سنا رہا ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نامِ محمد کے کمالات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) اس نامِ پاک کو اللہ پاک کے نام یعنی لفظ اللہ سے بہت مناسبت ہے، لفظ اللہ میں حرف چار، چاروں حرف نکتوں سے خالی، ان میں ایک شد (ّ) دو حرکتیں ایک سکون ہے۔ اسی طرح لفظ محمد میں چار حرف، چاروں نکتوں سے خالی، ایک شد (ّ) دو حرکتیں ایک سکون ہے۔

(2) لفظ اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں، لفظ محمد کہتے ہیں تو دونوں لب مل جاتے ہیں، کہ وہ مخلوق کو خالق سے ملانے ہی تو آئے ہیں، اگر ان کا واسطہ نہ ہو تو مخلوق خالق سے بہت دور رہے۔

(3) سب کے نام ان کے ماں باپ رکھتے ہیں، لقب قوم رکھتی ہے، خطاب حکومت سے ملتا ہے۔ مگر حضور کے نام لقب و خطاب سب حضور کی طرف سے ہیں، کہ آپ کا نام حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ عنہ نے فرشتے کی بشارت سے رکھا۔(تفسیر نعیمی ۴/۲۲۰ ملخّصاً)

اور نہ صرف یہ برکتوں کا حصہ اس امت کے ساتھ خاص ہے، بلکہ اس نامِ پاک کی برکت

سے ربِ کائنات پچھلی امتوں پر بھی کرم فرماتا رہا ہے، چنانچہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص سو سال اللہ پاک کی نافرمانی کرنے کے بعد مر گیا، تو لوگوں نے اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا، اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، کہ اس کو وہاں سے اٹھائیں اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کریں، (جب حضرت موسیٰ اس جگہ پہنچے اور اللہ پاک کے حکم کی تکمیل کرنے لگے تو) حضرت موسیٰ نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کی: کہ اے ربِ کائنات بنی اسرائیل کے لوگ تو کہتے ہیں، اس شخص نے سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ (تو مولائے کریم مجھے بھیجنے کی کیا حکمت ہے). اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: (اے موسی) ہاں ایسا ہی ہے (اس نے سو سال تک میری نافرمانی کی ہے لیکن) یہ شخص جب بھی تورات کی تلاوت کرتا اور نامِ محمد کو دیکھتا تو اس نام کو محبت سے چوم لیتا اور اپنی آنکھوں پہ لگاتا اور میرے محبوب پر درود پڑھتا تھا اس وجہ سے میں نے اس کے گناہ معاف کر دیئے، اور اس کی بخشش کر دی اور اس کا نکاح (جنت میں) ستر حوروں سے کرا دیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴، ص ۴۲ مکتبہ دار الفکر بیروت لبنان)

اللہ اکبر کس قدر پیاری روایت ہے، کہ اللہ پاک نے ساری زندگی گناہوں میں گزارنے والے کو صرف نامِ محمد کا ادب کرنے کی وجہ سے بخشش سے نواز کر جنت کا ابدی ٹھکانا عطا کیا۔ مذکورہ روایت میں ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ کہ جب پچھلی امتوں پر اللہ کریم اس مقدس نام کی بدولت کرم فرما سکتا ہے، ہم تو آقائے دو جہاں کے امتی ہیں اگر ہم اس کی برکتیں لینے سے محروم رہے تو یقیناً بہت بڑی محرومی ہے، ہمیں چاہیے کہ اس نامِ پاک سے زیادہ سے زیادہ برکتیں حاصل کریں، اب تک تو بات تھی دینی و اخروی فوائد کی اب دیکھتے ہیں ربِ کریم دنیا میں بھی نامِ

محمد کی بدولت کیسی برکتیں عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ ہر بندے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے رزق میں اللہ کریم برکتیں عطا فرمائے اور میرے دستر خوان کو وسیع کر دیا جائے، تو امام مالک فرماتے ہیں: اہلِ مکہ آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ جس گھر میں بھی محمد نام کا کوئی فرد ہوتا ہے، تو اس گھر میں خیر و برکت ہوتی ہے اور ان کے رزق میں کثرت ہوتی ہے (المنتقی شرح مؤطا امام مالک، ۹/۴۵۶)

اسی طرح ہر انسان کی دلی تمنا ہوتی ہے، کہ اللہ پاک اسے اولاد نرینہ سے نوازے کوئی تو ہو جو ہمارے بڑھاپے کا ظاہری سہارا بنے، نرینہ اولاد کے حصول کا بڑا ہی پیارا ایک وظیفہ ہے، کہ حضرت ابو شعیب رحمۃ اللہ علیہ امام عطار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں: کہ جو یہ چاہے اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اگر لڑکا ہوا تو اس کا نام محمد رکھوں گا، انشاء اللہ الکریم لڑکا پیدا ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۴، ص ۶۹۰)

آخر میں ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دلاتا چلوں کہ برکاتِ نام محمد سے حصہ پانے کے لیے اپنا اور بچوں کا نام محمد تو رکھنا ہی ہے۔ لیکن کیونکہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ ہر ایک کے نام کو بدل کر دوسری صورت دے دی جاتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ نام تو محمد رکھ ہی لیں لیکن پھر اس کو بگاڑ کر رکھ دیں، اب اس کا حل کیا ہے کہ نامِ محمد کی برکات بھی حاصل کرنی ہیں اور بے ادبی سے بھی بچنا ہے۔ تو علماء کرام نے فرمایا کہ برکت کے حصول کے لیے عقیقہ میں نام تو محمد رکھ دیا جائے لیکن پکارنے کے لیے کوئی دوسرا نام رکھ دیا جائے اس طرح اس کی برکات سے بھی حصہ ملتا رہے گا اور بے ادبی سے بھی محفوظ رہیں گے (بہارِ شریعت 3/356)

اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں بھی نامِ محمد کی برکات سے حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائے۔

"عقیدہ ختم نبوت" (قسط نمبر، 1)

از! بلال احمد شاہ ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

آتش او صد ابراہیم سوخت
تا چراغ یک محمد برفروخت

(اسکی آگ نے سو ابراہیم جلائے تاکہ فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن رہے۔)

اما بعد! اللہ تعالی نے مختلف ادوار میں مختلف مقامات پر اپنے برگزیدہ بندوں کو لوگوں کی ھدایت و رہنمائی کے لیئے نبی و رسول بنا کر بھیجا، تمام انبیا عزت کے لائق ہیں، عظمت کے سرچشمے ہیں، ھدایت کا منبع ہیں، عقیدت کا محور ہیں مگر سب انبیا و رسل میں سے حضور اکرم، نور مجسم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعلی و ارفع شان کے مالک ہیں۔

خَلق سے اولیا، اولیا سے رُسُل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

تاجدار عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا بلکہ کل کائنات کے لیئے مبتدا ہیں۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم کے نبی ہیں، آپ کی نبوت آفاقیت و عالمگیریت کو محیط ہے، آپ کا منصب کمال، آپ کی رسالت انوکھی، آپ کی شان بے نیاز، آپ کا رتبہ بے مثال الغرض آپ کا ہر وصف با جمال ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار خوبیوں سے نوازا گیا اور ہر خوبی

علی وجہ الکمال آپ میں موجود ہے۔ان میں سے ایک کمال خاتمیت بھی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں بلکہ سلف و خلف کی تعلیمات سے ثابت شدہ اجماعی عقیدہ ہے۔اس عقیدے پر ہم جزما، حتما اور قطعا یقین و اعتقاد رکھتے ہیں۔

اگر کوئی شخص عقیدہ ختم نبوت کی غلط تشریح کرتا ہے تو اس شخص کے اس عمل سے عقیدہ نبوت و رسالت غلط ثابت ہو گا اور اگر عقیدہ نبوت و رسالت میں لچک آگئ تو پھر عقیدہ توحید بھی باقی نہ رہے گا، لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی و جزمی آخری نبی ماننا لازم و ضروری ہے۔

ذات کا اپنی آئینہ بے مثل و نظیر و بے ہَمتا
خَلق کیا قبل اَز اَشیا اور نبوت کردی عطا

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کا مظہر اتم ہیں اور ہر کمال و فضل کا جامع ہیں۔

ہر رتبہ کہ بودکہ درامکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خداشد بروتمام

(ہر ممکنہ بلندی اور نعمت خداوندی آقا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذات پر ختم ہے۔)

غزالی زماں ،رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب رسالت محمدی کے متعلق لکھتے ہیں: "رسالت توحید کی دلیل ہے اور اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کو دعویٰ سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ تک کی گنجائش نہیں معلوم ہوا کہ قربِ الٰہی کا ذریعہ صرف قربِ مصطفائی ہے اور توحید کا وسیلہ رسالت ہے۔ۓ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

(اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تک پہنچا دو کہ دین کی اساس آپ ہیں، اگر وہاں تک نہ پہنچ پائے تو پھر تیرے سارے اعمال ابولہب والے (یعنی اسلام دشمن) ہیں) (ماہنامہ السعید ملتان مئی، جون ۱۹۶۴ء)

امت مسلمہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ نے سلسلہ نبوت کو منقطع فرما دیا ہے۔

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

اس عقیدہ پر قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ واضح دلالت کر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا" ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔" (پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 40)

حضور جان جاناں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔" ترجمہ! میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر 2219)

اس عقیدے پر ہر مسلمان کو ایمان رکھنا لازم ہے ۔اس عقیدے کا منکر از روئے شرع قطعی کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت، امام اھلسنت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ماننا، اللہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی کو اَحد، صَمد، لَا شَرِیْکَ لَہ (یعنی ایک، بے نیاز اور اس کا کوئی شریک نہ ہونا) جاننا فرضِ اوّل ومَناطِ ایمان ہے، یونہی مُحَمَّدٌ رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبیٔ جدید کی بعثت کو یقینا رکھنے والا، قطعًا اجماعًا کافر ملعون مُخَلَّد فِی النِّیْرَان (یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تَرَدُّد کو راہ دے وہ بھی کافر بَیِّنُ الْکَافِرِ جَلِیُّ الْکُفْرَانْ (یعنی واضح کافر اور اس کا کفر روشن) ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ج15، ص630)

ثابت ہوا کہ اس عقیدہ پر ہر مسلمان کو ایمان رکھنا لازم ہے اور اس عقیدہ کا منکر از روئے شرع قطعی کافر ہے۔

فلسفہ باغِ فدک (پہلی قسط)

ابوسفیان محمد راشد مدنی (سندھی)

"فدک" "فدک" "فدک"! آخر ماجرا کیا ہے؟

اس موضوع پر گفتگو سے پہلے ہم خصوصیت کے ساتھ یہاں چند امور کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں جن سے مسئلہ باغ فدک کو سمجھنے میں کافی حد تک آسانی ہوگی، کچھ تاریخی ابحاث بھی کی جائیں گی اور سہل انداز سے ہر فریق کے دلائل کو پیش کیا جائے گا۔

سب سے پہلے فدک کے بارے میں کچھ اہم معلومات آپ کی نظر نواز کرتے ہیں پھر اس کے بعد اگلی قسط میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی:

لفظ فدک کا تلفّظ اور اس کا لغوی معنیٰ:

اہل عرب ایک جملہ بولتے ہیں "فدّکت القطنَ" یعنی روئی دھنکنا۔ تو فدک بھی اسی سے ہے اور اس کا معنی بھی روئی دنکھنا ہی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصبہ و دیہات میں بھی کمبل بُننے کا کام کیا جاتا تھا۔ اسے فاء اور دال پر زبر لگا کر پڑھا جاتا ہے یعنی کہ "فَدَک"۔ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ عام طور پر اسے فاء کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یعنی "فِدَک" یہ صحیح نہیں ہے، صحیح لفظ فاء کی زبر کے ساتھ ہے۔

(شرح صحیح مسلم، جلد5، صفحہ 389-393)

"فدک" نام کی وجہ تسمیہ:

فدک یہ مملکت سعودی عرب کا ایک تاریخی شہر ہے جو اپنی ثقافتی، ادبی یادگاروں، اپنے منفرد قدرتی ماحول، تازہ پانی کے چشموں اور کھجور کے باغات کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس تاریخی شہر کا قدیم نام "فدک" ہے اور آج یہ "الحائط" کے نام سے معروف ہے۔

علامہ علی بن عبداللہ حسن سمہودی (المتوفی: 911ھ) اپنی کتاب "وَفاءالوَفاء" میں اس کے نام سے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق اسے اس لیے فدک کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد میں سے سب سے پہلے "فدک بن حام" کی آمد ہوئی تھی بس انہیں کی مناسبت سے اسے فدک کہا جاتا ہے۔ (وفاء الوفا للسمهودی: جلد2، صفحہ 355)

فدک کا جغرافیائی محل وقوع اور اس میں موجود کچھ قبائل اور قلعہ کے نام:

قدیم عرب قبائل ثمود، فنیقون، بابلی، عمالقہ، بنوہلال، بنوسلیم، بنوکلاب، اشجع، الدھامشہ جیسے قبائل اس شہر میں آباد رہے اور ان کی باقیات آج بھی موجود ہیں۔ اور فدک میں پرانے قلعوں میں "قلعہ الحبس"، "قلعہ جریدہ"، "قلعہ الغاز"، "قلعہ ابوشجرہ"، "قلعہ الحسکانیہ"، "قلعہ الفدیجہ"، "الغابہ"، "البدیعہ" اور "الزبرہ" کے قلعے مشہور ہیں۔ 556 قبل مسیح اس کا وجود ملتا ہے جس کے اعتبار سے یہ شہر 2575 سال پرانا شمار ہوگا۔

سعودی فوٹوگرافر اور آثار قدیمہ کے امور کے ماہر "عبدالالہ الفارس" نے "فدک" شہر کے تاریخی مقامات کی سیاحت کے دوران بعض مقامات کو اپنے کیمرے میں محفوظ کیا۔

العربیہ ڈاٹ نیٹ سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ فدک "حائل" کا سب سے بڑا شہر ہے جو آج کے دور میں کھجور کی کاشت اور پانی کے چشموں کی وجہ سے مشہور ہے۔

الفارس کا مزید یہ کہنا ہے کہ جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے بھی یہ اہمیت کا حامل ہے تاہم فدک کی زرعی اجناس میں کھجور اور گندم زیادہ مشہور ہیں۔

اور اس میں کئی پرانی دیواریں اور قلعے ہیں جو اس کی عظمت رفتہ کی گواہی دیتی ہیں۔ شہر میں موجود دیوار کو سب سے بڑی دیوار سمجھا جاتا ہے۔ اس دیوار میں دو داخلی راستے ہیں۔ ایک دروازے کو باب نبوی (ﷺ) کہا جاتا ہے۔ یہ دروازہ جنوب میں ہے جب کہ شمال میں موجود دروازے کو "الحبس" کا نام دیا جاتا ہے۔

https://www.aaj.tv/news/30255037

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک حجاز میں خیبر کے قریب اور مدینہ منورہ کے قریب دو یا تین دن کی مسافت پر ایک دیہات تھا، جس میں بکثرت باغات اور چشمے تھے، کچھ صدیوں کے بعد یہ ویران ہو گیا حتی کہ اس اب وہاں کوئی بستی نہیں ہاں البتہ حافظ وہبہ کے بیان کے مطابق "الحُویط" یا "الحائط" کا گاؤں (حرّہ) خیبر کے آخری سرے پر واقع ہے اور فدک ہی کی اس پرانی بستی کی جگہ آباد ہوا ہے جہاں کسی زمانے میں فدک ہوا کرتا تھا۔

بعض کم علم لوگ اس بات کا دعوی کرتے نہیں تھکتے کہ فدک کی حد احد سے مصر تک ہے، حتی کے بعض نے تو اپنی کتابوں میں یہاں تک لکھ ڈالا کہ فدک کی ایک حد عدن ہے اور دوسری سمرقند، تیسری افریقہ جبکہ چوتھی سمندر کا وہ کنارہ ہے جو آرمینہ سے ملا ہوا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس طرح کے دعاوی محض افسانے ہیں جن کا تاریخ و جغرافیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ (شرح صحیح مسلم: جلد 5، صفحہ 395)

مسلمانوں کو فدک ملنے کا پس منظر:

اسلام سے پہلے یہ شہر یہودیوں کا مرکز تھا اور اس کے لوگ بہت زیادہ بہادر شمار ہوتے تھے لیکن جب اسلام کا بول بالا ہونے لگا اور یکے بعد دیگرے مسلمانوں کو فتوحات ہونے لگیں، اور 7 ہجری میں جب "فدک" کے یہودیوں کو خیبر اور وادی القریٰ کے معاملہ کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے کوئی جنگ نہیں کی بلکہ اسی میں مصلحت سمجھی کہ صلح سے معاملہ حل کر لیا جائے اور دربار نبوت ﷺ میں قاصد بھیج کر یہ درخواست کی کہ خیبر اور وادی القریٰ والوں سے جن شرطوں پر آپ نے صلح کی ہے اسی طرح کے معاملہ پر ہم سے بھی صلح کر لی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صلح کے معاہدہ کو قبول فرمالیا جس کے بعد فدک کا کچھ حصہ دور نبوی (ﷺ) میں اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا۔

(المواھب اللدنیۃ: جلد3، صفحہ303)(شرح الزرقانی: جلد2، صفحہ248)

اس باغ کو کس مال کی حیثیت دی جائے گی؟

پچھلی بات سے معلوم ہوا کہ اس مال میں کسی قسم کی کوئی جنگ پیش نہ آئی، کوئی لشکر وغیرہ روانہ نہیں کیا گیا ایسے مال کے بارے میں علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ مال جو مسلمانوں کو کافروں سے لڑائی کے بغیر حاصل ہو جائے چاہے انھیں جلاوطن کر کے حاصل ہو یا صلح کے ساتھ، مالِ فے کہلاتا ہے۔ (التعریفات، صفحہ 120) لہٰذا اس اعتبار سے فدک کو "مال فے" کہنے میں سب کا اتفاق ہے۔

مال فے کی تقسیم:

ایک ہوتا ہے مال فے اور ایک مال غنیمت:

ہر وہ مال جو مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ کے حاصل ہوا سے مال فے اور جو جنگ کے بعد حاصل ہوا سے مال غنیمت کہا جاتا ہے، ان دونوں کے مصارف (ان کو خرچ کرنے کی جگہوں) کا بیان قرآن پاک میں موجود ہے:

(1) مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ (پ۲۸، الحشر: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔"

(2) (وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ (پ۱۰، الانفال: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول و قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔

صدر الافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مسئلہ: اس مال کے پانچویں حصہ کو مزید پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

ان میں سے ایک حصہ جو کُل مال کا پچیسواں حصہ ہو وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے ہے۔

اور ایک حصہ آپ کے اہلِ قرابت کے لئے ہے، جبکہ باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں۔

مسئلہ: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد حضور اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے بھی یتیموں

مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے اور پانچواں حصہ انہیں تین پر تقسیم ہو جائے گا۔ یہی قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اگلی قسط میں ہم فدک کے آمدنی اور مصارف اور چند دیگر مباحث کے حوالے سے بات کریں گے ان شاء اللہ۔

افضلیت صدیق اکبر

محرر۔ ابواویس مفتی عبید رضا قادری

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق عقیدہ

تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام مخلوق میں افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولی علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم ہیں اور یہی عقیدہ مسلکِ حق اہلسنت و جماعت کا ہے۔ جو شخص مولیٰ مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضراتِ شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے، وہ شخص اہلسنت سے خارج ہے۔

افضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر احادیث

یقیناً اس اجماعی عقیدے کے ثبوت پر احادیث کثیرہ اور اقوال صحابہ موجود ہیں ان میں چند یہاں ذکر کرتا ہوں

صحیح البخاری میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

ترجمہ۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ہم گروہ صحابہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ گنتے۔

(صحیح البخاری، ج:5، ص:4، كِتَابٌ: فَضَائِلُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ، بَابُ فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما طلعت الشمس ولا غربت على احد بعد النبيين والمرسلين أفضل من أبي بكر"

ترجمہ: کسی بھی ایسے شخص پر آفتاب طلوع و غروب نہیں ہوا، جو ابوبکر سے افضل ہو سوائے انبیاء و مرسلین کے۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث 32619، جلد 11، صفحہ 254، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کا بیان ہے:

"قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم؟ قال: ابوبکر قلت ثم من؟ قال: عمر"

ترجمہ: میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب

دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ میں نے کہا پھر کون افضل ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

(صحیح البخاری، باب فضل ابی بکر، جلد 01، صفحہ 518، مطبوعہ کراچی)

اعلی حضرت رحمہ اللہ نے فتاوی رضویہ شریف میں امام بخاری کے حوالے سے حدیث نقل فرماتے ہیں کہ

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ اپنی سنن میں بطریق عبداللہ بن سلمہ راوی کہ امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے

خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر ، وخیر الناس بعد ابی بکر، عمر ھذا حدیث ابن ماجه۔

ترجمہ۔ بہترین مرد بعدِ سید عالم ﷺ ابوبکر ہیں اور بہترین مرد بعدِ صدیق اکبر عمر ہیں رضی اللہ عنہما

(فتاوی رضویہ ج 21 ص 57 ادارہ اہلسنت بحوالہ صحیح بخاری مناقب اصحاب النبی ﷺ مناقب ابی بکر ۱/۵۱۸)

فتاوی رضویہ شریف اسی صفحہ میں امام اہلسنت رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی سنن میں اور ابوعمر بن عبدالبر استیعاب میں حکم بن جحل سے راوی حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم فرماتے ہیں

لا أجد احداً فضلنی علی ابی بکر و عمر إلا جلدته حد المفتری

ترجمہ۔ میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا

امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے (مفتری یعنی بھتان باندھنے والا اور اسکی حد یعنی سزا 80 کوڑے ہیں)

(الصواعق المحرقہ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول ص 91)

ان روایات سے ظاھر ہے کہ زمانہ صحابہ میں بشمول مولی علی رضی اللہ عنہ کا افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہ اجماع تھا

اقوال علما وائمہ

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ:

ما اختلف أحد من الصحابة والتابعين فی تفضيل أبي بكر وعمر وتقديمهما على جميع الصحابة*

ترجمہ۔ صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہم کے افضل ہونے اور باقی تمام صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے مقدم ہونے کے لحاظ سے اختلاف نہیں کیا (الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد، ص:369، دارالافاق الجدیدۃ، بیروت)

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الأفضل بعد الانبياء عليهم الصلاة والسلام أبو بكر رضی الله تعالى عنه وقد اطبق السلف على أنه أفضل الأمة. حكى الشافعي وغيره إجماع الصحابة والتابعين على ذلك.

ترجمہ۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد افضل البشر ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور تحقیق سلف صالح نے ان کے افضل امت ہونے پر اتفاق کیا۔ اور امام شافعی وغیرہ اس امر پر اجماع صحابہ و تابعین نقل کرتے ہیں۔ (ارشاد الساری، ج6، ص430، رقم 3655، فضل اَبی بکر بعد النبی)

اور شرح عقائد نسفی میں ہے:

أفضل البشر بعد نبينا، أبو بكر الصديق، ثم عمر الفاروق.

ترجمہ۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے بعد افضل بشر حضرت ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق ہیں۔

(شرح العقائد للنسفی، ص 321,322، مبحث أفضل البشر بعد نبینا ابوبکر، مکتبۃ المدینۃ، دعوت اسلامی)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"اہل سنت وجماعت نصرہم اللہ تعالی کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکۃ ورسل وانبیائے بشر صلوات اللہ تعالی وتسلیماتہ علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالی علیہم تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل ہیں، تمام امم اولین وآخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقرب وولایت کونہیں پہنچتا۔

{وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

فضل اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولی علی صلی اللہ تعالی علی سیدھم، ومولاھم وآلہ وعلیھم وبارک وسلم۔

(الفتاوی الرضویۃ"، ج28، ص478، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حرف آخر

ان تمام دلائل اور حوالہ جات سے یہ بات واضح ہے کہ تمام انبیا کے بعد سب سے افضل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ ہے اور یہی 1400 سال سے مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے. یقیناً اس مختصر سے کالم میں اس باکمال اور مدلل عنوان کو مکمل ذکر کرنا ناممکن

ہے لیکن جتنا ممکن ہوسکا ہم نے دلائل کو یہاں جمع کیا اس حوالے سے مکمل بحث کا مطالعہ کرنے کیلئے امام اہلسنت اعلی حضرت کا رسالہ مطلع القمرین کا مطالعہ فرمائیں بہت عمدہ اور لاجواب رسالہ ہے جس کی مطابقت اور نظیر نہیں ملتی اللہ کریم ہمیں جینا اور مرنا مسلک اعلی حضرت پہ عطا فرمائے آمین

والسلام مع الاکرام

حضرت ابو بکر صدیق کا عشق رسول

محمد ہاشم رضا مصباحی

مصطفی جان رحمت شمع بزم ہدایت فخر آدم و بنی آدم محبوب العاشقین حضور احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی جان ہے، حدیث پاک میں فرمایا:

لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (مشکوۃ المصابیح)

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے۔

اسی لیے ایک مومن کامل کے نزدیک جان کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر محبوب ہوتے ہیں۔

امت میں سب سے بڑے عاشق رسول صحابۂ کرام ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتے تھے، سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے، اپنی جان و مال اور اولاد سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارۂ ابرو پر قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ یوں تو سارے ہی صحابہ کرام ہی عشق رسول کے اعلی درجات پر فائز تھے، لیکن صحابہ میں سب سے بڑے عاشق افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امام العاشقین یار غار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے سب کچھ محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر سب کچھ قربان کر دیا۔

عشق صدیق کی چند جھلکیاں:

ایک عاشق صادق کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہمہ وقت اپنے محبوب کا دیدار کرتا رہے، اس کی صحبت میں رہے، اپنا سارا مال اس پر قربان کر دے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اس لیے آپ کو بھی یہ تین چیزیں محبوب تھیں، آپ نے فرمایا: مجھے تین پسند ہیں: النظر الیک وانفاق مالی علیک والجلوس بین یدیک (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا دیدار کرتے رہنا (2) آپ پر اپنا مال خرچ کرنا (3) اور آپ کی بارگاہ میں حاضر رہنا۔ (تفسیر روح البیان)

مالی ایثار:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر "یعنی مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دءا" بارگاہ نبوت سے یہ بشارت سن کر حضرت سیدنا ابوبکر رو دیئے اور عرض کی یا رسول

اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور میرے مال کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ہیں۔(سنن ابن ماجہ)

کیا پیش کریں جاناں کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے

یوں ہی غزوۂ تبوک کے موقع آپ نے بے مثال مالی ایثار پیش کیا

غزوہ تَبُوک کے موقَع پر نبیءِ کریم، رؤف رحیم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم نے اپنی اُمّت کے اَغنیا (یعنی مالداروں) اور اَربابِ ثَرْوَت (یعنی دولتمندوں) کو حکم دیا کہ وہ اللہ رَبُّ العِباد عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں جہاد کے لئے مالی اِمداد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں تاکہ مجاہدینِ اِسلام کے لئے خُورد و نوش (یعنی کھانے پینے) اور سواریوں کا اِنتِظام کیا جاسکے۔ محبوبِ رَحمٰن، شاہِ کون و مکان صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اِس فرمانِ رغبت نشان کی تعمیل کرتے ہوئے جس ہستی نے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ کے لئے اپنی ساری دولت بارگاہِ رِسالت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم میں پیش کی وہ صحابی اِبنِ صحابی، عاشقِ اکبر حضرتِ سیِّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گھر کا سارا مال وَمتاع آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے قدَموں میں ڈھیر کر دیا۔ نبیِّ مختار، دوعالَم کے تاجدار، شَہَنشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے یارِ غار کے اِس اِیثار کو دیکھ کر اِستِفسار فرمایا: کیا اپنے گھربار کے لئے بھی کچھ چھوڑا؟ بَصَد اَدَب واحترام عَرض گزار ہوئے: ”ان کے لیے میں اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔“ (مطلب یہ ہے کہ میرے اور میرے اہل وعیال کے لیے اللہ و رسول کافی ہیں) (سبل الھدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

پروانے کو چَراغ تو بُلبل کو پھول بس
صِدّیق کے لیے ہے خدا کا رَسول بس

جاں نثاری:

راہ عشق و وفا میں عاشق صادق اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر محبوب کی خاطر اپنی جان بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔

سیّدُنا صِدّیقِ اَکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جاں نثاری کی جو اعلیٰ مثال قائم فرمائی وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے، تھوڑے بَہُت الفاظ کے فرق کے ساتھ مختلف کتابوں میں اِس مضمون کی روایات ملتی ہیں کہ جب اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب، بے چین دلوں کے طبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم غارِ ثَور کے قریب پہنچے تو پہلے حضرتِ سیّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ غار میں داخِل ہوئے، صفائی کی، تمام سوراخوں کو بند کیا، آخِری دو سوراخ بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی، تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہنے اپنے پاؤں مبارَک سے ان دونوں کو بند کیا، پھر رسولِ کریم، رءوفٌ رَّحیم عَلَیۡہِ اَفۡضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسۡلِیۡم سے تشریف آوری کی درخواست کی: رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم اندر تشریف لے گئے اور اپنے وفادار، یارِ غار و یارِ مزار صِدّیقِ اَکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زانو پر سرِ انور رکھ کر مَحوِ اِستراحت ہوگئے (یعنی سو گئے)۔ اُس غار میں ایک سانپ تھا اُس نے پاؤں میں ڈس لیا مگر قربان جائیے اُس پیکرِ عشق و مَحبَّت پر کہ دَرد کی شدّت و کُلفت (یعنی تکلیف) کے باوُجود محض اِس خیال سے کہ مصطَفٰے جانِ رَحمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے آرام و راحت میں خلَل واقع نہ ہو، بدستور ساکِن وصامِت (یعنی بے حرکت وخاموش) رہے، مگر شدتِ تکلیف کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر چشمانِ مُبارَک (یعنی

آنکھوں) سے آنسو بہ نکلے اور جب اَشکِ عِشق کے چند قطرے محبوبِ کریم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم کے وَجہِ کریم (یعنی کرم والے چِہرے) پر نچھاور ہوئے تو شاہِ عالی وقار ،ہم

بے کسوں کے غم گُسار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بیدار ہوگئے ،اِستِفسار فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ! کیوں روتے ہو؟ حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے ڈسنے کا واقعہ عرض کیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ڈسے ہوئے حصّے پر اپنا لعاب دہن (یعنی تھوک شریف) لگایا تو فوراً آرام مل گیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

الغرض حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ہیں جنہوں نے اپنا جان و مال سب کچھ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر قربان کر کے عشق و وفا کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان کے صدقے میں سچا عاشق رسول بنائے۔

محمد ہاشم رضا مصباحی

خادم تدریس جامعہ خدیجۃ الکبریٰ قصبہ سید پور، بدایوں، یوپی

سلسلہ قادریہ کے تین بزرگانِ دین کا مختصر تعارف (قسط 3)

ابوالحسن علی رضا ہزاروی

اللہ کے پیارے بندے اس دنیا میں احسن طریقہ سے دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے اور عالمِ اسلام کے کونے کونے تک اسے خوب پھیلایا جسکے نتیجے میں لوکھوں لاکھ کافروں، گناہگاروں، اور راہ بھٹکے لوگ دامنِ اسلام میں وابسطہ ہوتے چلے گئے اسی طرح اُن خدا کے برگزیدہ بندوں میں اِن تین بزرگان دین کا ذکر بھی ہوتا ہے قسط 3 کی صورت میں آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

(1) حضرت شیخ فضل نور نوری رحمۃ اللہ علیہ:

نام مبارک فضل نور اور لال بیگ والد گرامی تھے فاطمہ آپکی والدہ کا نام تھا

ولادت باسعادت: مردان کے قریب موضع بغدادہ میں ہوئی فضل نور نام کی وجہ تسمیہ: جب آپکی ولادت ہوئی تو چہرہ مبارک پر فضل کے آثار نمایاں تھے اسی مناسبت سے آپ کو فضل نور کہا جاتا ہے، بچپن ہی میں آپکو نیک کاموں سے محبت ہوچکی تھی، والدین کے خدمت گزار تھے، صاحبِ کرامت بزرگ تھے، بزرگوں کی تلاش میں بہت سیر و تفریح کی حتی کے آپ حضرت سید جلال الدین شاہ گیلانی رحمہ اللہ کی بیعت سے سرفراز ہوئے، آپکو اللہ نے بہت سی صفات عالیہ سے نوازا جن میں سے چند یہ ہیں: عارف باللہ، عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عابد و زاھد، صاحبِ ورع و تقوی وغیرہ، آپکے وصال شریف سے قبل پانچ روز بارش ہوتی رہی، جب آپکو قبر

میں رکھا گیا تو آذانِ جمعہ ہوئی جب دفنا چکے تو زور کی بارش رات دن ہوئی، اللہ پاک ہمیں انکی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

(بتغیر وتصرف، تذکرہ مشائخ قادریہ ص 137 جناب کلیم صاحب)

وصال مبارک: بروز جمعرات

2) حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ:

اسم مبارک: محمد یحیی ولادت باسعادت: بروز جمعہ 1080ھ خلافت و بیعت: آپکے چچا شیخ محمد افضل نے آپکو سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا پھر برسوں مجاہدات و ریاضات کے بعد آپکو سلسلہ قادریہ میں داخل فرماکر خلافت سے نوازا، بے شمار بندگانِ خدا نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی، خلفائے کرام میں خلیفہ اعظم آپکے فرزندِ ارجمند سید محمد فاخر الہ آبادی ہیں تصنیفات: (1) القول الصحیح فی صلوۃ التسبیح (2) الکلام المفید فیما یتعلق بالشیخ والمرید (3) الکلام المؤتلفہ فی المقاصد المختلفہ (4) بضاعۃ مزجاۃ (5) ماخذ الاعتقاد فی شان الصحابۃ و اصحاب الامجاد (6) تزئیین الاوراق فی مخزن الطباق (7) خلاصۃ الاعمال (8) وفیات الاعلام، آپ فارسی زبان کے شاعر تھے وصال مبارک: 11 جمادی الاولی 1143ھ 1730ء

64 برس مخلوقِ خدا کو فیض دینے کے بعد آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے، اعلی اللہ درجتہ فی الجنۃ الفردوس (بتغیر وتصرف، تاریخ مشائخ قادریہ ص 148)

(3) حضرت سید قادری بلگرامی رحمہ اللہ:

اسم مبارک: سید قادری، بارگاہِ خداوندی سے آپکو ظاہری و باطنی دونوں خوبیوں سے نوازا گیا

، والد گرامی سید ضیاء اللہ بلگرامی سے کلام اللہ حفظ کیا، انہیں سے عربی و فارسی زبان کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، درسیات کی منتہی کتابیں حضرت ملا جیون امیٹھوی اور حضرت شیخ غلام نقشبندی لکھنوی رحمہا اللہ المبین سے پڑھیں، تین مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، 1115ھ میں دار السلام بغداد تشریف لے گئے خانقاہ عالیہ قادریہ کے سجادہ نشین حضرت سید یس حموی رحمہ اللہ سے شرفِ بیعت کیا، آپکو خرقہ خلافت سے نوازا گیا، جب ہندوستان واپسی ہوئی تو دہلی میں قیام کیا وہیں مخلوقِ خدا کی ہدایت و تزکیہ نفس میں مشغول ہوئے آخری عمر بلگرام میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی صرف پانچ وقت کی نماز کیلئے باہر تشریف لاتے وصال باکمال: 13 ربیع الاول شب جمعرات 1145ھ 1732ء کو ہوا، خدائے ذوالجلال ان کے طفیل ہمیں بھی قرآن و حدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ طہ ولیس (ایضًا ص 152)

آپ نے مختصر بزرگانِ دین کے حالات پڑھے، ان کو کس قدر علمِ دین کا شوق ہوا کرتا تھا، یہی نہیں بلکہ عبادت و ریاضت میں بھی بے نظیر ہوا کرتے تھے، مخلوقِ خدا کی مدد فرماتے، ان کو سیدھے راستہ پر چلنے کی ترغیب دیتے اور تعلیم و تعلم (سیکھنے سکھانے) کا سلسلہ یوں آخر دم تک جاری رہتا، بارگاہِ خدا میں ہم بھی ملتجی ہیں کہ ان پیاروں کا صدقہ ہمیں بھی اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین بجاہ طہ ویس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلسلہ نقشبند کے پیشوا کون؟

ابوالہلال محمد بلال رضا قادری

طریقت صوفیاء کے نزدیک شریعت سے اگلا درجہ ہے جس میں سالک اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنے باطن پر خصوصی توجہ دیتا ہے اس توجہ کے لیے اس کو کسی استاد کی ضرورت ہوتی ہے جسے شیخ، مرشد کہا جاتا ہے۔ اس شیخ کی تلاش اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ جب تک انسان اکیلا ہوتا ہے وہ شیطان کے لیے ایک آسان شکار ہوتا ہے مگر جب وہ کسی شیخ کی بیعت اختیار کر کے اس کے مریدین کی فہرست میں شامل ہوجاتا ہے تو وہ شیطان کے وسوسوں سے کافی حد تک بچ جاتا ہے پھر شیخ کی تعلیم کے مطابق وہ اپنے نفس کو عیوب سے پاک کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ کا قرب حاصل ہوجاتا ہے اس راستے پر چلنے کو طریقت کہتے ہیں۔

چار بڑے سلاسل (طریقت) جو مندرج ہیں۔

وہ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ ہیں۔

انہی میں سے سلسلہ نقشبندیہ کے خواجہ بہاؤالدین نقشبندی ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ اس سلسلہ سے آگے کئی ذیلی سلاسل چلتے ہیں جن میں سلسلہ مجددیہ سب سے معروف ہے جس کے بانی حضرت مجدد الف ثانی ہیں۔ سلسلہ مجددیہ دنیا کے بہت سے ممالک خصوصاً برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے اسکی ذیلی شاخوں میں سیفیہ، قندھاریہ وغیرہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ تصوف میں سلسلہ سے مراد یا شیخ کا روحانی طریقہ اور شجرہ نسب

ہوتا ہے۔
سلسلہ کی جمع سلاسل کہلاتی ہے۔
ہم یہاں سلسلہِ نقشبند کے معروف پیشواؤں اور بانیّن کا مختصراً تذکرہ کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس سلسلہ کی ابتدِا کہاں سے ہوئی۔
جس طرح تو تمام سلاسل نبی کریم ﷺ سے جاکر ملتے ہیں اسی طرح سلسلہ نقشبند بھی اصلاً نبی اکرم ﷺ سے شروع ہوتا ہے اسکے بعد خلیفہ بلافصل، افضل البشر بعدالانبیا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ سلسلہ آگے چلا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

آپ کا نام عبداللہ اور والد کا نام ابوقحافہ عثمان تھا۔ لقب صدیق و عتیق ہے۔ پیدائش رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے ۲ سال چند ماہ بعد ہوئی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے خاندان سے مرّہ بن کعب سے چھٹے واسطے سے جا ملتے ہیں۔

عشرہ مبشرہ:

مردوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے اور تبلیغ شروع کردی۔
چنانچہ حضراتِ عشرہ مبشرہ میں سے سعد بھی ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان بن عفّان، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ہی کی دعوت سے مشرف باسلام ہوئے۔

خصوصیت:

آپ کی خصوصیت میں سے یہ بھی ہیکہ آپ کے والد اور تمام اولاد بشمول پوتے ابو عتیق محمد

بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سب صحابی ہیں۔

شانِ صدیقی قرآنِ پاک میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سیدنا صدیق اکبر رضی للہ عنہ کی شان پر کئی آیات وارد فرمائیں۔ ان میں سے نظرِ بر اختصار کرتے ہوئے ایک آیتِ مبارکہ بیان کرتا ہوں:

ارشادِ باری تعالیٰ:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى *الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی *وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی *اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی *وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (سورۃ اللیل آیت ۱۷ تا ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت جلد اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا جو سب سے بلند ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔

مذکورہ بالا آیت جو شانِ صدیقی میں نازل ہوئی اس میں صراحت ہیکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقٰی ہیں۔ اور جو اتقٰی ہو وہ عنداللہ اکرم ہوتا ہے.

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

*إنّ اکرمکم عنداللہ اتقٰکم * (سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

اور جو اکرم ہو وہ افضل ہوتا ہے۔

پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ثابت ہوئے۔

شانِ صدیقی حدیثِ مبارکہ میں:

آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ آپ کے مناقب میں احادیث بھی بکثرت آئی ہیں ان میں سے صرف

ایک روایت پیش کرتا ہوں کہ:

حضور ﷺ نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے جو مداح رسول ہیں اور مؤید بروح القدس،

ارشاد فرمایا: «قلت فی ابی بکر شیئاً؟ قل حتیٰ أسمع۔

تم نے ابوبکر کی مدح میں بھی کچھ کہا ہے۔

عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ!

فرمایا: مجھے سناؤ! میں سنتا ہوں۔

حضرت سیدنا حسان نے شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ایک رباعی عرض کی:

*وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمَنِيفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَاعَدَ الْجَبَلا *وَكَانَ حُبَّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ بَدَلَا*

بلند غار میں دو میں سے دوسرا اور جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو دشمن اس کے ارد گرد پھر رہے تھے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں تمام خلائق اس بات کا علم رکھتی ہے۔ (اور آپ ہی رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور سب جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ساری مخلوق میں کسی کو آپ کا ہم پلّہ نہیں سمجھا۔)

یہ سن کر نبی پاک ﷺ بہت خوش ہوئے اور اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا ابوبکر حقیقت میں بھی ایسے ہی ہیں۔

(مسند انس بن مالک، الحدیث: 9361، ج:14، ص:، المستدرک للحاکم، ذکر ابوبکر الصدیق بن ابی قحافہ)

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملّت علیہ الرحمہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اقول: پھر ظاہر کہ خود مدح صدیق کی فرمائش کرنا اور برغبت تمام استماع پھر اس پر خندہ فرمانا غایت محبت ونہایت مرتبت کی دلیل ہے کہ غیر صدیق کے لیے ثابت نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج 21، ص 192، کتاب الردو المناظرہ، دار اہل السنہ)

وصال پاک

آپ نے سہ شنبہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان 22 جمادی الاٰخریٰ 13 ھجری میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اسی طرح یہ سلسلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا سلمان فارسی و سیدنا قاسم بن محمد بن ابوبکر و سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہم پھر سلطان العارفین ابو یزید بسطامی، شیخ ابوالحسن خرقانی اور پھر ان سے آگے چلتے چلتے شیخ ابوعلی فارمدی طوسی و یوسف ہمدانی اور خواجہ عبدالخالق غجدوانی پھر مزید آگے چلیں تو خواجہ خواجگان سید بہاؤالدین نقشبندی علیہم الرحمہ اسی سلسلے میں آتے ہیں۔

۲۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی

نام وولادت:

آپ کا نام عبدالخالق اور والد کا نام عبدالجمیل ہے.

آپ امام مالک علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے تھے۔ کہا جاتا ہیکہ آپ علیہ الرحمہ کے والد عبدالجلیل حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل

حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے والد کو بشارت دی تھی اور نام بھی بتایا تھا کہ عبدالخالق رکھا۔

مقام و مرتبہ:

آپ طبقہِ خواجگان کے سر دفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کی روش محت ہے۔ آپ تمام فرقوں میں مقبول ہیں۔

ہمیشہ راہِ صدق و وفا اور متابعت شرع و سنتِ مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور مخالفتِ بدعت و ہوا میں کوشاں رہنے کیساتھ اپنی روش کو اغیار کی نظر سے پوشیدہ رکھا۔

کرامت

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ کی ولایت اس مرتبہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک وقت کی نماز میں آپ خانہ کعبہ جاتے اور واپس آجاتے۔

("ترجمہ "تذکرہ مشائخِ نقشبندیہ از مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمہ ص 101)

وصال پاک

آپ کی وفات 12 ربیع الاول 575 ھجری میں ہوئی اور آپ کا مزارِ مبارک غجدوان میں ہے۔

۳۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند

نام و ولادت:

آپ کا نام بہاؤالدین ہے۔ آپ 4 محرم 718 ھجری کو بلخ میں پیدا ہوئے۔ قبلِ ولادت خواجہ سماسی بابا (شیخ سلسلہ نقشبند) انکے گھر کے پاس سے گزرتے تو کہتے کہ مجھے یہاں سے

کسی مردِ حق آگاہ کی خوشبو آتی ہے۔ ایک دن اس اینٹ اور گارے سے بنے گھر سے علم و عرفان کی روشنیاں طلوع ہونگی۔

آپ کے دادا نے آپ کو خواجہ سماسی بابا کی گود میں ڈالا تو خواجہ سماسی فرماتے تھے *یہ میرا فرزند ہے۔ یہ بڑا ہو کر زمانے کا پیشوا بنے گا

تعلیم و تربیت:

آپ نے ظاہرہ تربیت و تعلیم میں طریقت کے آداب و تعلیم سید امیر کلال (شیخِ سلسلہ نقشبند) سے سیکھے مگر حقیقتاً آپ اویسی ہیں۔ اور آپ نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روح سے فیض پایا۔

کرامت:

خواجہ علاؤالدین ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کا ایک درویش ایک روز سیب لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو! یہ سیب نہ کھاؤ کہ یہ تسبیح پڑھتا ہے۔

حضرت خواجہ کا ارشاد درست تھا۔ حاضرین میں سے بعضے اس سیب کی تسبیح صریحًا سن رہے تھے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص156)

وصال:

آپ نے چوہترویں سال میں دوشنبہ کی رات 03 ربیع الاول 791 ھجری کو وفات پائی اور آپکا مزار قصرِ عارفاں میں ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی

اولیاء کرام مشائخ عظام اور صوفیاء نے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام و اشاعت دین اور تجدید احیائے دین کے لئے نہایت اہم کلیدی کردار ادا کیا اور اس جدوجہد کی ابتداء سلسلہ نقشبندیہ

کے بزرگ خواجہ باقی باللہ نے کی وہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری سے فیض یافتہ تھے ان دونوں بزرگان نے اپنے سلسلہ طریقت کو متعارف ضرور کرایا لیکن اس سلسلہ کو نئی روح حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی نے بخشی تھی جو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

شجرہ نسب:

شیخ احمد بن چیخ عبدالأحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ رفیع الدین

ولادت و مرتبہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی ولادت باسعادت 14 شوال 971ء بمطابق 26 جون 1564ء کو سرہند شریف میں ہوئی۔ پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے امام مجدد کی ولادت کی خوشخبری پانچ سو برس قبل سنادی تھی اور اپنے بیٹے حضرت شیخ عبدالرزاق کو وہ خرقہ خلافت بھی دیا تھا جو نسل در نسل منتقل ہوکر بذریعہ حضرت سید سکندر قادری کے ہاتھوں حضرت مجدد الف ثانی کو عطا ہوا تھا۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی کا سلسلہ نسب انتیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

اجازت و خلافت:

1008 عیسوی میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے مستفیض ہوکر سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت حاصل کر کے فلک علم وعرفان پر آفتاب بن کر چمکے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے کفرو الحاد کی پر فتن فضا میں شریعت محمدی اور احیائے دین اسلام کا پرچم بلند کیا۔

وصال:

ترسٹھ سال کی عمر میں 28 صفر المظفر سنہ 1034 ھجری میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی علیہ الرحمہ کا وصال ہوا۔ آپ کی تدفین سرہند شریف (پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ {تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص304}

اللہ کریم ان تمام نفوسِ قدسیہ کے علم و عرفان کا صدقہ ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین

"نائبِ محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ پیر ابو محمد محمد عبدالرشید قادری رضوی علیہ الرحمہ"

از: محمد ثقلین عبدالرحمٰن ترابی نوری رضوی غفرلہ

---

13 اپریل 1927ء بمطابق 10 شوال المکرم 1345ھ بروز بدھ بعد از نمازِ مغرب حضرت مولانا صوفی محمد دین چشتی صابری کے گھر ضلع گرداس پور، انڈیا میں والدین کی آنکھوں کا نور بن کر شریعت و طریقت و ولایت کا "وہ" مہِ کامل طلوع ہوا...... جس نے آسمانِ علم و عرفاں پہ سات دہائیوں تک چمک کر ایک زمانے کو نور و نکہت سے فیض یاب کرنا تھا...... جس نے ہزاروں تشنگانِ علم کو علم و عرفاں کے جام پلانے تھے...... دنیا کی لذتوں میں کھوئے ہوئے ہزاروں لوگوں کو محبتِ الٰہی و محبتِ رسول (عزوجل ﷺ) کے جام پلانے تھے، گناہوں کی دَلدل میں پھنسے ہزاروں کو دلدل سے نکال کر نیکی، اتباعِ سنت و شریعت کی مقدس راہ کا مسافر بنانا تھا۔

ہَوا لطف و عنایت کی چلی گلزارِ ہستی میں،
ترا آنا نہیں آنا ہے یہ فصلِ بہاراں کا

والدِ گرامی نے اپنے فرزندار جمند کا نام نامی اسمِ گرامی "عبدالرشید" رکھا۔

نائبِ محدثِ اعظم علیہ الرحمہ تحصیلِ علم کے لیے جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں داخل ہوئے، یہاں سے اپ کو قادری رضوی فیض کی دولت ملی، آپ حضور محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوگئے، آپ کو حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ سے تمام سلاسل میں خلافت واجازت بھی عطا ہوئی۔

حضور نائبِ محدثِ اعظم علیہ الرحمہ اپنے ہر مرید پر شفیق تھے مگر طلباء پر کچھ زیادہ ہی مہربان تھے، طلباء کی خوشی آپ علیہ الرحمہ کی خوشی ہوتی اور طلباء کا دکھ آپ علیہ الرحمہ کا دکھ ہوتا۔

ایک خوبی جس نے آپ علیہ الرحمہ کو سب سے ممتاز کردیا وہ سرکارِ دوعالم ﷺ سے عشق تھا۔ آپ علیہ الرحمہ امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کے اس شعر و جذبہ عقیدت کی عملی تصویر تھے.

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا،
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

عشقِ رسول ﷺ سے مخمور، محبتِ رسول ﷺ کے جام لٹاتے درس و بیان میں زبانِ حال سے یہ گنگناتے.

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا،
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

وہ ایسی زندگی سے بیزار تھے جس میں عشقِ رسول ﷺ نہ ہو۔

سورہ حجرات آیت نمبر 3 سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عبادات وغیرہ بدن کا تقویٰ اور حضور سید عالم ﷺ کا ادب و احترام دل کا تقویٰ ہے، حضور نائبِ محدثِ اعظم علیہ الرحمہ تقویٰ ءِ بدن اور تقویٰ ءِ دل کی دولت سے مالا مال تھے،

تقویٰ ءِ بدن کا یہ عالم کہ ہزاروں تشنگانِ علومِ نور جو آپ کے خوانِ نعمت سے ریزہ خواری کر کے مسانیدِ درس و تدریس پر جلوہ فرما ہوئے سب یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ میں نے اتنا عرصہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے قدموں میں گزارا مگر حلف دے کر کہہ سکتا ہوں حضرت صاحب علیہ الرحمہ سے غیر شرعی فعل صدور ہوا ہو میں نے نہیں دیکھا۔ ان کی اک اک ادا نورِ تقویٰ سے روشن تھی۔ تقویٰ ءِ دل کا عالم یہ کہ سادات کرام کی خوب تعظیم فرماتے، ادب و احترام کا یہ عالم کہ مزاراتِ اولیاء پر سر جھکا کر دست بستہ کھڑے ہوتے یا دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے مزاراتِ اولیاء مقدسہ کو ہاتھ لگانا اور چومنا وغیرہ خلافِ ادب قرار دیتے، کعبۂ مشرفہ، روضۂ مقدسہ اور مزاراتِ اولیاء کا اس درجہ ادب و احترام فرماتے جس کمرے میں یہ تصاویر لگی ہوتیں اس میں لیٹنا گوارہ نہ فرماتے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے، جن کاغذات پہ نام وغیرہ لکھے ہوتے ان کو احترام کے ساتھ اونچی جگہ پر رکھواتے یا دفن کرواتے۔

قرآن مجید، کتبِ احادیث، کتبِ فقہ اور کتبِ تذکارِ اولیاء کو ناف کے نیچے نہ آنے دیتے اور ارشاد فرماتے قطب عالم محدث اعظم مولانا سردار احمد قادری علیہ الرحمہ کتبِ دینیہ کو ناف کے نیچے رکھ کر پڑھنے سے منع فرماتے، حضور نائبِ محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے بھی کبھی بھی لیٹ کر کتاب نہیں پڑھی اس طرح کتاب کی بے ادبی کا ڈر ہوتا ہے اس لیے اس سے گریز فرماتے،

کتابوں کی طرف پاؤں کرنا بے ادبی تصور کرتے، چلتے ہوئے زمین پر اخبار وغیرہ کا ٹکڑا دیکھتے تو فوراً اٹھا لیتے یا خادم ساتھ ہوتے تو عصا مبارک سے اشارہ فرما کر فرماتے بندۂ خدا اس کو اٹھا لو۔

آپ ایسے عاشقِ صادق تھے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایسے محب تھے کہ جب کسی عنوان پر خطاب یا بیان فرماتے تو اس سے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیتے حضور جانِ جاناں ﷺ کے ذکر سے آپ کے قلب کو قرار ملتا تھا، مثلاً داڑھی شریف کی اہمیت کا بیان فرمائی اختتامِ باب پر سامانِ قلبِ عاشق اس شعر سے ہوا۔

ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دل،
ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

فضیلتِ عمامہ شریف بیان کرنے کا ارادہ ہوا تو

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا،
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

سے آغاز ہوتا اور اس باب کا اختتام بھی ذکرِ محبوب ﷺ پر ہوتا ہے

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا،
دیکھیں موسیٰ طور سے اُترا صحیفہ نور کا

ایسی دیگر بھی مثالیں ہیں خوفِ طوالت کے سبب اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

آپ علیہ الرحمہ بغیر کسی لومۃ لائم کے خوف کے علی الاعلان حق بیان فرمایا کرتے تھے، الحب للہ و البغض للہ کی آپ علیہ الرحمہ زندہ تصویر تھے۔ جہاں آپ علیہ الرحمہ علم و معرفت کی بلندی پر تھے وہیں عاجزی و انکساری کے پیکر تھے۔

کبھی بھی پڑھائی کا ناغہ ہونے نہیں دیتے تھے، چاہے آپ علیہ الرحمہ پر سفر کی تھکاوٹ ہو یا اور کوئی معاملہ درپیش آئے۔

خطیب العصر علامہ مولانا حامد سرفراز قادری رضوی (سمندری شریف) دام ظلہ اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ حضور نائب محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ ایک مرتبہ تدریس فرمانے میں مشغول تھے کہ اچانک خبر آئی کہ آپ کی صاحبزادی کا وصال پر ملال ہو گیا ہے، باپ اور بیٹی کا رشتہ بڑا ہی انوکھا اور پیار بھرا ہوتا ہے اور بیٹیاں باپ کی زیادہ چہیتی ہوتی ہیں، تو فرطِ جذبات اور شدتِ غم سے چشمانِ اقدس کے بند ٹوٹ گئے اور اشک رواں ہوئے، کلمہ استرجاع پڑھا اور پھر دوبارہ تدریس فرمانے میں مشغول ہو گئے......اللہ اکبر

آپ علیہ الرحمہ نے میدانِ تدریس و تقریر کے علاوہ میدانِ تصنیف میں بھی قدم رکھا اور ایک کتاب "رشد الایمان" جو کہ اسم با مسمی ہے یادگار چھوڑی۔

قبلہ نائب محدث اعظم پاکستان صاحبِ رشد الایمان حضرت علامہ پیر ابو محمد محمد عبد الرشید قادری رضوی علیہ الرحمہ زندگی بھر ترویج و اشاعتِ دین، فروغِ عشقِ رسول ﷺ اور بدمذہبوں کا رد فرماتے رہے گرمی ہو یا سردی، خوشی ہو یا غمی، تندرستی ہو یا بیماری اپنے معمولات میں کمی نہ آنے دیتے کبھی طبیعت ناساز ہوتی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس شعر سے تسکین کا سامان کرتے۔

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل،
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

وصال مبارک سے قبل آپ علیہ الرحمہ کے معمولات میں تیزی آگئی تھی اس قدر تیزی کہ

لوگ حیران تھے، بالیقیں آپ علیہ الرحمہ اپنے ذمہ پر کام کی تکمیل اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین سے اپنے خالق کی رضا چاہ رہے تھے۔

آپ علیہ الرحمہ نے اپنی حیات مبارکہ کا جو آخری خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں امام اہلسنت علیہ الرحمہ کے یہ اشعار تکرار کے ساتھ پڑھے۔

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے،
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
جان دے دو وعدۂ دیدار پر،
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے،
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ ﷺ کی

اور جھوم جھوم کر پڑھ رہے تھے۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا،
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

ایک مرتبہ یومِ صدیق اکبر رضی للہ عنہ کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ فقیر کے والد محترم اور والدہ محترمہ کا وصال اسی ماہ ہوا، والد محترم کا جمعہ کے دن وصال ہوا اور والدہ محترمہ کا شبِ جمعہ نمازِ تہجد ادا کرتے ہوئے حالتِ سجدہ میں وصال ہوا، فقیر کی بھی یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی مہینہ عطا فرمائے... اللہ اکبر کبیرا... خدائے بزرگ و برتر نے اپنے ولیٔ کامل کی خواہش کو پورا فرمایا 26 اور 27 جمادی الآخر، جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب آپ علیہ الرحمہ کا وصال ہوا۔

آپ کی نمازِ جنازہ کی امامت فخر السادات منبع فیوض و برکات حضرت علامہ پیر سید محفوظ الحق شاہ صاحب نے کروائی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا تھا آپ کے چہرہ مبارک پر نورانیت و مسکراہٹ بڑھتی جارہی تھی، متعدّد علماء نے کہا کہ آج آپ علیہ الرحمہ کے چہرہ مبارک کے نور و مسکراہٹ اور جنازہ نے سارے فیصلے کر دیے کہ جو آپ علیہ الرحمہ کے احقاقِ حق و ابطالِ باطل کی وجہ سے نالاں تھے سمجھ گئے کہ آپ علیہ الرحمہ راہِ حق و راہِ عشق پہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نائب محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے ان کے فیوض و برکات سے ہمیں مالامال و متمتّع فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

(یہ مضمون حضرت کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتاب "انوار المجید فی حیات عبد الرشید (ولیٔ کامل کے شب و روز)" مؤلف علامہ عبد الشکور قادری رضوی سے اخذ کیا گیا ہے۔)

حفاظ الکتب

از قلم: احمد رضا مغل

جب سے دنیا بنی ہے تعلیم و تعلم کا سلسلہ چلتا رہا ہے ہر زمانے کے لوگوں نے علم کو سہارا بنا کر اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے کیونکہ علم ہی ایک ایسا نور ہے جو انسان کو ہر طرح کی جہالت سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اور اسی علم کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (سورۃ الزمر، ۹)

(صراط الجنان جلد 10 صفحہ 9)

اور یہ بات بھی قابل فراموش نہیں کہ علم ہمیشہ سے عمل کا امام رہا اور تھوڑا علم زیادہ عمل سے افضل ہے۔

اور یاد رکھیں کہ: علم کو حاصل کرنے کے ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ مطالعہ اور یاد کرنا ہے. مطالعہ کہتے ہیں "غور، توجہ، دھیان اور کسی چیز کو اس سے واقفیت پیدا کرنے کی غرض سے دیکھنا" اور یاد کرنا کہتے ہیں کسی چیز کو غور و توجہ اور دھیان سے کسی چیز کو زبان پر جاری کرنا تاکہ یہ قرار پکڑے یاد کرنا / حفظ کرنا کہلاتا ہے ۔۔۔افسوس جہاں آج کل دور اسلاف کی بہت سے واقعات مٹتے جا رہے ہیں وہیں حفظ متون و کتب کا شوق بھی ناپید ہو چکا ہے، بہت ہی کم لوگ

ایسے ہیں جو اپنے قیمتی وقت کی قدر کرتے ہیں اور کتب و متون کو یاد کرنے کی طرف توجہ کرتے ہیں، سوشل میڈیا میں گم ہو کر لوگ اپنا بہت ہی زیادہ وقت ضائع کر رہے ہیں مطالعہ تو دور کی بات یاد کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جہاں مطالعہ کی اہمیت ہے وہاں کتب کا حفظ کرنا بھی فضائل سے کم نہیں جیسے حفظ قرآن کی فضیلت یہ ہے وہ شفاعت کرے گا اسے ہی 40 احادیث یاد کرنے کی فضیلت کسی سے مخفی نہیں حفظ متون پر چند عربی محاورے بھی ہیں

من حفظ المتون فاز الفنون

جس نے متن کو حفظ کیا فنون میں کامیاب ہوا

من حفظ الأصول ضمن الوصول

جس نے اصول کو حفظ کیا وہ کامیاب ہوا

من لم یتقن الأصول حرم الوصول

جس نے اصول یاد نہیں کیا وہ کامیابی سے محروم ہوا

ابو العالیہ رفیع بن مہران رضی اللہ عنہ

تابعی بزرگ ہیں آپ نے تین مرتبہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم سنایا (اولیاء رجال الحدیث ص 33 رقم الترجمہ 5)

امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

پانچ سال کی عمر کی حفظ قرآن کریم کر لیا اور ساتھ ہی عمدۃ الاحکام، الحاوی الصغیر، مختصر ابن الحاجب، الفیۃ العراقی، اور ان کے متعلقہ کتب زبانی یاد کر لیں تھیں

(کشف الباری ج 1 ص 108)

ہشام بن محمد السائب کلبی

ابن خلکان آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ نے قرآن کریم تین دن میں حفظ کیا تھا

(وفیات الاعیان ج5 ص 131)

ابراھیم بن عثمان ابو قاسم القیروانی النحوی

آپ فقیہ، اور نحو و لغۃ عربی میں امام مانے جاتے ہیں آپ کو کتاب العین، غریب المصَنَف لابي عبید، اصلاح المنطق لابن السکیت، کتاب السیبویہ، اور امام فراء بغوی کی تمام کتب یاد تھیں

(معجم الادباء ج1 ص 129 رقم الترجمہ 20)

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو حدیث کی معروف کتاب مشارق الانوار للصنعانی حفظ تھی جس میں بخاری و مسلم کی کئی ہزار احادیث شامل ہیں (نزھۃ الخواطر ج2 ص 123)

احمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری

آپ علم و فضل بلند مقام والے تھے ابن فرحون آپ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ آپ کو اپنے والد کی تمام کتب ایسے یاد تھیں جیسے قرآن یاد ہوتا ہے آپ کے والد ابو محمد جن کی کتب کی تعداد 21 کے قریب ہے جن کے نام یہ ہیں آپ کو اپنی تحریر کردہ کتب بھی یاد تھی جن میں چند کے نام یہ ہیں المشکل، معانی القرآن، غریب الحدیث، عیون الاخبار، مختلف الحدیث، کتاب الفقه، المعارف، اعلام النبوة، العرب والعجم، الانوار، المیسر، طبقات الشعراء، معانی الشعراء، اصلاح الغلط، ادب الکاتب، الابنیة، النحو، کتاب المسائل، کتاب القراءت

(الدیباج المذھب في معرفۃ اعیان علماء المذھب ج1 ص 161 رقم الترجمہ 28)

محمد بن ابی الحسن البونینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شہزادے علامہ قطب الدین بونینی فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کو الجمع بین صحیحین اور اور مسند امام احمد بن حنبل کا اکثر حصہ زبانی یاد تھا مسلم شریف صرف چار ماہ میں یاد کیا سورۃ الانعام ایک دن میں اور مقامات الحریری کے تین مقامات کو چند لمحوں میں یاد کیا تھا

(شذرات الذہب ج5 ص294)

اسحاق بن الفرات

احمد بن سعید الھمدانی آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ نے مؤطا امام مالک ہم پر زبانی قرائت کی اور مجھے یاد نہیں کہ آپ نے ایک حرف بھی چھوڑا ہو

(ترتیب المدارک ج1 ص459)

یحیی بن یوسف صرصری رحمۃ اللہ علیہ

شذرات الذہب میں ہے کہ آپ کو علامہ جوھری کی کتاب "صحاح فی الغۃ" مکمل حفظ تھی

(شذرات الذہب ج5 ص286)

یاد رہے دیگر کتب یاد کرنا قدر آسان ہوتا ہے علاوہ لغت کہ کیونکہ تفسیر، حدیث، فقہ اور اشعار میں سیاق و سباق کا ربط ہوتا ہے تو انہیں یاد کرنا آسان بھی رہتا ہے مگر لغت میں نہ سیاق نہ سباق ہوتا ہے اسے یاد کرنے والے انتہائی باکمال شخصیت ہی ہو سکتی ہے

قاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قراءت میں امام مانے جاتے ہیں شاطبہ اندلس میں پیدا ہوئے اور مصر میں انتقال فرمایا آپ کی مشہور کتاب حرز الامانی ہے امام صفدی اپنی " النکت الھمیان فی نکت العمیان "

میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے ہم پر بخاری، مسلم اور مؤطا زبانی قرائت کی اور وہ بھی صحیح نسخہ پر
(النکت الهمیان فی نکت العمیان ص228)

امام ابن عینین رحمۃ اللہ علیہ

ابن خلکان کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی کہ ان کو ابن درید کی لغت کی کتاب "کتاب الجمهرة" زبانی یاد تھے (وفیات الاعیان ج4ص26)

حسین بن یوسف بن محمد الدجیلی

آپ فقیہ اور نحو میں امام مانے جاتے ہیں اپنی مشہور کتب یہ ہیں الوجیز، نزھۃ الناظرین ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ کو مختلف علوم میں کئی کتابیں یاد تھیں جن کے نام یہ ہیں المقمع ، الشاطبية ، الالفيتان ، مقامات الحريری ، عروض ابن الحاجب ، الدريدية مقدمة فی الحساب (ذیل طبقات الحنابلہ ج4ص343 رقم الترجمہ 508)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے کم عمری میں ہی نہ صرف قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا بلکہ حدیث کی مشہور کتاب مؤطا امام مالک بھی زبانی یاد کر لی تھی (حلیۃ الاولیاء، الامام الشافعی، ج9ص82)

ابراھیم بن سلیمان بن ناصر

لڑکپن میں آپ کی آنکھوں سے روشنی چلی گئی تھی پھر آپ حفظ کی طرف متوجہ ہوئے حفظ کیا اور یہ کتب یاد کیں زاد المستنقع، عمدة الفقه، کتاب التوحید، نظم الرحبية، الفية ابن مالك ، ملحة الاعراب ، قطر الندیٰ ، بلوغ المرام ، منتقى الاخيار ، الترغيب والترهيب ، الكبائر للذهبی (الشذرات ص266)

امام ابوبکر ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ

(1) آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم کے استشہاد میں عرب کے تین لاکھ (300000) اشعار حفظ تھے ایک سو بیس (120) تفاسیر سندوں کے ساتھ یاد تھیں

(بغیۃ الوعاۃ ج1 ص213)

(2) لغت، نحو، تفسیر، اور شعر میں جو بھی ان کی تصنیف یا اقوال ملتے ہیں وہ سب انہوں نے اپنے حافظے سے لکھوائے کتاب سے دیکھ کر انہوں نے کبھی نہیں لکھوایا

(العلماء العزاب ص17)

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

طبقات قادری میں مرقوم ہے کہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط کی پندرہ (15) جلدوں کی املاء اس حال میں کروائی کہ آپ مقام اوزجند کی جیل میں کنویں میں قید تھے اور آپ کے شاگرد اوپر تھے (الفوائد البہیۃ ص64)

محمد البشیر الابراہیمی

آپ کو الفیہ ابن مالک، الکافیہ لابن حاجب، الفیہ ابن معطی الجزائری، الفیۃ ابن عراقی، جمع الجوامع فی الاصول، تلخیص المفتاح، رقم الحلل فی نظم الدول الابن الخطیب، پھر ابو عبداللہ بن خمیس جن کو اس وقت کا شاعر مغرب کہا جاتا تھا ان کے اشعار یاد کیے جن کی تعداد 700 کے قریب ہے پھر بلغاء اندلس کے بڑے رسائل یاد کیے جیسے ابن شہید، ابن برد، ابن ابي الخصال، ابي المطرف بن ابي عمیر اور ابن خطیب، دیوان المتنبي، دیوان الحماسۃ شامل ہیں

(آثار محمد البشیر الابراہیمی ج5 ص163)

حافظ عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عرب میں بعض لوگ ایک مرتبہ سن لوگوں کے اشعار یاد کر لیتے تھے مزید فرماتے ہیں اہل عرب کی عام عادت تھی کہ وہ چیزوں کو زبانی یاد رکھتے اور اس سلسلے میں ان کو خاص امتیاز حاصل تھا (جامع بیان العلم و فضلہ ص26)

امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الصدقۃ یہ کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمال کو املاء کروائی تھی آپ کے وصال ظاہری کے بعد یہ کتاب منتقل ہوتے ہوئے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی آپ نے اسے حفظ کیا اور دوسرے کو اسی مسودے سے پڑھایا (سیرۃ الامام الزہری ص60)

مدون فقہ حنفی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سات دن میں قرآن کریم حفظ کیا تھا (بلوغ الامانی ص5)

امام اصمعی (معروف شاعر ہیں ان کو امام بطور فن شاعری کے لحاظ کہا جاتا ہے) ان کو لغت کے سولہ ہزار دفتر یاد تھیں (وفیات الاعیان ج3 ص173)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

(1) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاد صاحب سے کبھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی بلکہ چوتھائی کتاب استاد صاحب سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب کا خود مطالعہ کرتے اود یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح دو جلدوں پر مشتمل العقود الدریۃ جیسی ضخیم کتاب فقط ایک رات میں مطالعہ فرمالی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج1، ص213، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

(2) حضرت ابو حامِد سیّد محمد محدِّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تکمیلِ جواب کے لیے جُزئیّاتِ فِقْہ کی تلاشی میں جو لوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

خدمت میں عرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت آپ فرمادیتے کہ "رَدُّالمُحتَار" جلد فُلاں کے فُلاں صَفحہ پر فُلاں سَطر میں اِن الفاظ کے ساتھ جُزئِیّہ موجود ہے۔"دُرِّ مُختَار" کے فُلاں صَفحے پر فُلاں سَطر میں عبارت یہ ہے۔"عالمگیری" میں بقید جلد و صَفحہ وَسَطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ہِندیہ میں خَیریہ میں "مَبْسُوط" میں ایک ایک کتاب فِقہ کی اصل عبارت مع صَفحہ وسَطر بتادیتے اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا تو وُہی صَفحہ وسَطر و عبارت پاتے جو زَبانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔اِس کو ہم زِیادہ سے زِیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خُداداد قوّتِ حافِظہ سے چودہ سو سال کی کتابیں حِفظ تھیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج 1، ص 210، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے کافیہ لابن حاجب مکمل کتاب ایک ہی دن میں یاد کیا تھا

(تذکرۃ صدر الشریعہ ص 7 مخلصا)

ابوالوفاء خالدی

آپ کو فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنزالدقائق یاد تھی

(العلماء العزاب ص 317)

ان واقعات کو پڑھ کر ہم جیسے ضعیفوں اور کم ہمت کے لئے پوری کتاب کا مطالعہ کرنا بھی دشوار ہے ساتھ حضرات کی وسعت علم و قوت حافظہ کا معلوم ہوکر عش عش ہی کر سکتے ہیں یہ تو وہ کتب ہیں جن کا تذکرہ کہیں نہ کہیں ملتا ہے جیسے امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تحریر کی "الحث علی حفظ العلم و ذکر کبار الحفاظ "جس میں آپ نے حفاظ کے واقعات کو بیان کیا ہے۔یہاں

بغداد کا المناک سانحہ بھلایا نہیں جاسکتا کہ تاتاریوں نے جب بغداد میں عظیم طوفان برپا کیا، کئی حفاظ علماء کا قتل عام کیا اور بغداد کی لائبریریاں جلاکر ان کی راکھ دریائے دجلہ کے سپرد کردی تو تین دن تک اس راکھ سے دریا کا پانی سیاہ ہوکر بہتا رہا۔ اسی فتنے میں کئی ہزار یا لاکھوں کتب و حفاظ علماء جن کی تعداد کا علم آج تک نہ ہوسکا شہید کردیے گئے۔

یہ تو تھے ہمارے اسلاف ہمیں اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے حفظ کتب و متون کا ذہن بنانا چاہیے تاکہ دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل ہوں جب ہم اس طرح کے واقعات پڑھتے تو شیطان لعین تھپکی دے کر کہتا یہ تو اسلاف کے کام تھے ہم کہاں وہ کہاں ؟ ہمارے حافظے اتنے مضبوط نہیں ؟ ہم گناہگار وہ نیکوکار تھے !!! وغیرہ وغیرہ کی باتیں ذہن میں لاتا ہے ابتداء ہم کوشش بھی نہیں کرتے اور سارا ملبہ حافظے اور شیطان پر ڈال دیتے ہیں کوشش کریں اور حفظ متون کی طرف بڑھیں پہلے مختصر متون کو حفظ کریں جیسے کتاب المنار (نور الانوار)ء رسالہ شمشیہ (قطبی)ء منظومۃ البیقونیہ، صرف اور نحو پر منظومات، متن الرفع والتکمیل، وغیرہ وغیرہ شامل ہیں یا اپنے اساتذہ کرام سے مشورہ کریں ان شاء اللہ بہت فائدے ہوگا

رب العالمین ہمیں اسلاف کی پیروی کرنے والوں میں بنائے آمین

سلسلہ تعارفِ کتب قسط نمبر (1)

محمد یاسر مشتاق

کتاب کا نام: کشف المحجوب

مصنف؛ حضرت سیدنا علی بن عثمان جلابی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ

مصنف کا تعارف؛

آپ علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی بلخصوص اہلِ لاہور و پاکستان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

آپ علیہ الرحمہ کی ذات اسلام کے جمال کا حسین مظہر ہے۔ آپ علیہ الرحمہ نے حصولِ علم و معرفت کے لیے مختلف بلادِ اسلامیہ کا سفر کر کے بکثرت شُیُوخ سے استفادہ کیا اور بلآخر شہرِ لاہور کو دینِ اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لیے اپنا مَسکَن بنایا۔۔ آپ کا شہرِ محبت لاہور کو اپنا مسکن بنانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو آپ علیہ الرحمہ کی طرف ایسا مائل کیا کہ صدیاں گزر گئیں، بیسویوں بادشاہتیں عروج و زوال کی گھاٹیوں سے گزر کر اپنے اختتام کو پہنچیں لیکن آپ علیہ الرحمہ جس طرح اپنی مبارک حیات میں امتِ مسلمہ کی ہدایت کا ذریعہ بنے آج بھی بلا مبالغہ لاکھوں مسلمان آپ کے مزارِ پر انوار پر حاضر ہو کر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔۔ ذکر و اذکار کی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔۔ بارہ ماہ، چوبیس گھنٹے مزارِ پُر انوار کی فضائیں ذکر الٰہی سے معطر رہتی ہیں۔۔

آپ علیہ الرحمہ کی تصنیفِ لطیف کشف المحجوب تصوف کی دنیا کا ایک عظیم شاہکار ہے۔۔ کشف المحجوب کے مطالعہ سے آپ علیہ الرحمہ کی تبحرِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں آپ علیہ الرحمہ کی فاضلانہ گفتگو دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرتی ہے۔۔

اسلوبِ مصنف:

علمِ تصوّف کے اس عظیم شاہکار کا اسلوب بہت سلیس اور عام فہم ہے۔۔ دورانِ مطالعہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی شفیق استاد بڑے پیار سے پیچیدہ ترین اور طول و عرض میں پھیلی ہوئی ابحاث کو اختصار و جامعیت کے ساتھ اپنے شاگردوں کے قلوب واذہان میں اتار رہا ہے۔۔

در اصل یہ کتاب آپ علیہ الرحمہ کے رفیقِ خاص ابو سعید ہجویری کے سوالات کے جواب میں تصنیف کی گئی۔۔

ابو سعید ہجویری نے آپ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں تصوف و طریقت، راہِ سلوک کے حقائق، اور صوفیاء کے اقوال و افعال نیز ان کے رُموز و اشارات کی بابت استفسار کیا۔۔۔

لہذا مصنف علیہ الرحمہ نے مقتضی حال کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے سائل کے لیے تشفی بخش جوابات ارشاد فرمائے۔۔

ایک خاص بات کشف المحجوب میں یہ دیکھنے کو ملتی ہے کہ بہت سارے سوالات عموماً کتب کے مطالعہ کے دوران جو قاری کے ذہن میں اٹھتے ہیں اور شارحین و مترجمین مقدمہ میں ان کی کے جوابات دیتے ہیں۔۔ کشف المحجوب میں مصنف علیہ الرحمہ نے خود ان کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔۔ جیسا کہ کشف المحجوب کی وجہ تسمیہ، سائل کا سوال، اپنی دیگر تصانیف کے نام وغیرہ

کشف المحجوب نا صرف عوام الناس بلکہ صوفیاء کے لیے بھی رہبری کا کام کرتی رہی۔۔ کشف المحجوب کو جو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہوا اس کی ایک وجہ اس کا منفرد اسلوب بھی تھا۔۔ اس سے قبل کتبِ تصوف میں زیادہ تر صوفیاء کے اقوال و احوال کو جمع کیا جاتا رہا لیکن حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں علمی و عملی تصوف کی ابحاث کو مرکز و محور بنایا ہے، اور پھر ان کی تائید و توثیق اور تفہیم و تسہیل کے لیے صوفیاء کرام کے اقوال و احوال کو ذکر کیا ہے۔۔ آپ کا انداز یہ ہے کہ کسی بھی موضوع پر سب سے پہلے قرآن سے شاہد پیش فرماتے ہیں، پھر حدیث اور پھر اقوال آئمہ و صوفیاء کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی علمِ تصوّف کو محض حالات و واقعات اور اقوال کی کیٹگری سے نکال کر ٹھوس بنیادوں پر قائم کرنے میں حضرت علی بن عثمان ہجویری کا کردار کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔۔

کتاب پر تبصرہ:

کشف المحجوب اگرچہ علمِ تصوّف کی کتاب ہے لیکن اس میں دیگر علوم و فنون کا استعمال بھی موقع بہ موقع کیا گیا ہے بلخصوص علمِ کلام سے متعلق مختلف مقامات پر جامع ابحاث انتہائی مفید ہیں۔۔

تصوف اپنی اصل کے اعتبار سے عملی ہے۔۔ روحانیات و قلب سے تعلق ہونے کی بنا پر صوفیاء کے احوال و کیفیات مختلف ہوتی ہیں اور پھر تصوف کو کتابی شکل میں مدون بھی بہت بعد میں کیا گیا۔۔ صوفیاء کرام حجاز، عراق و شام، افغانستان، مصر، ہندوستان، ماوراء النھر الغرض مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے تھے۔۔ یہ اور اس طرح کے دیگر اسباب تھے جن کی وجہ سے مختلف مسائلِ تصوّف اور طریقت و راہ سلوک میں صوفیاء کی آراء مختلف ہوگئیں۔۔ مثلاً سکر و

صحو، مقام و حال، غَیبَت و حضور، جمع و تَفرِقَہ، بقا و فنا وغیرہ میں ایک کیفیت کو دوسری کیفیت پر فضیلت سے متعلق صوفیاء کی آراء میں اختلاف ظاہر ہوا۔۔ ہر گروہ کے پاس دلائل و براہین تھے۔۔ کشف المحجوب میں مصنف علیہ الرحمہ اس طرح کے مختلف فیہ مقامات کو بڑے دلنشیں انداز میں سلجھاتے ہیں اور مختلف فیہ مسئلہ کی حقیقت و ماہیت پر قرآن و حدیث و اقوالِ آئمہ کی روشنی میں ایسا کلام کرتے ہیں کہ اکثر اس کا انجام بہترین تطبیق کی صورت میں نکلتا ہے یا کم از کم متفرق آراءِ صوفیاء کو انسانی ذہن تفہیم کے لیے اور دل برضا تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔۔

گویا کہا جا سکتا ہے کہ مختلف مسائلِ تصوّف میں صوفیاء کے اختلافِ آراء جسے کہیں بعض مفسدین کی طرف سے طول و عرض میں پھیلا اور بڑھا چڑھا کر باہمی انتشار کی صورت پیدا کی گئی ہے تو مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ تو تمہاری کم فہمی، کج روی اور ٹیڑھ پن ہے یہاں آؤ تمہیں یہ مسئلہ سمجھاتا ہوں۔۔

جیسا کہ ذکر ہوا کشف المحجوب محض صوفیاء کے حالات و واقعات اور اقوال کا مجموعہ نہیں بلکہ اس کا اسلوب بہت علمی، منطقی اور ٹو دی پوائنٹ ہے پیچیدہ ترین تصوّف کی اصطلاحات کی تسہیل و تفہیم کے لیے مصنف علیہ الرحمہ حسبِ موقع مختلف انبیاء کرام کے آثار و واقعات اور عملی تصّوف سے متعلق ان کے رجحانات کی روشنی میں تصوف کی موشگافیوں کا حل پیش فرماتے ہیں یوں بیک وقت دو فوائد حاصل ہو رہے ہوتے ہیں

مصنف علیہ الرحمہ نے بناوٹی صوفیوں کے لیے مستصوف کی اصطلاح استعمال کی ہے اور کئی مقامات پر مختلف انداز میں ان کی خبر گیری فرمائی ہے۔۔

اجمالی طور پر اگر کتاب کا خاکہ بنایا جائے تو کچھ یوں بنے گا۔۔ ابتداً ابو سعید ہجویری کے سوالات میں موجود الفاظ کی حقیقت و ماہیت پر کلام کیا گیا ہے جو علم و تصوف اور صوفیاء سے متعلق ہے بعد ازاں تصوف کے

پہلے دور (34ھ تک)،

دوسرا دور (34 تا 150ھ تک)،

تیسرا دور (150 تا 300ھ)

اور 300ھ کے بعد متاخرین صوفیاء میں سے مشاہیر کے تذکروں کو قلم بند کرنے کے ساتھ ان میں سے ہر ایک کے صوفیانہ اقوال و مخصوص رُموز و اشارات کو اختصار کے ساتھ موضوع سُخن بنایا گیا ہے۔۔

اس کے بعد تصوف کے 12 معروف مذاہب کا تعارف ذکر کیا ہے (ان میں سے ہر ایک پر کسی خاص وصف و مقام کی گہری چھاپ ہے جیسا کہ انبیاء کرام میں سے حضرت نوح کا مقام زہد، حضرت ابراہیم کا تسلیم و رضا، حضرت یحییٰ کا مقام خوف و خشیت وغیرہ)

صوفیاء کرام کے چند فرقوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں؛

فرقہ محاسبیہ، فرقہ قصاریہ، فرقہ جنیدیہ، فرقہ نوریہ، فرقہ سہیلیہ، فرقہ حکمیہ

انہیں کے تعارف کے ضمن میں صحو و سکر، بقا و فنا، غَیبَت و حضور، جمع و تَفرِقَہ، معجزہ و کرامت اور ایثار پر نہایت موثر انداز میں کلام کیا گیا ہے۔۔

اور آخر میں گیارہ کشف بیان کئے گئے ہیں

1؛ معرفت الٰہی کے بیان میں

2؛توحید کے بیان میں

3؛ایمان کے بارے میں

4؛نجاست سے پاکی کے بیان میں

5؛نماز کے بیان میں

6؛زکوٰۃ کے بیان میں

7؛روزے کے بیان میں

8؛حج کے بیان میں

9؛صحبت اور اس کے آداب واحکام کے بیان میں

10 ؛مشائخ کے کلام، ان کے الفاظ و معانی کے حقائق

11 ؛سماع اور اس کے انواع واقسام کے بیان میں

ان گیارہ کشف کے تحت مصنف علیہ الرحمہ نے صوفیاء کے مسلک و مشرب کے مطابق کلام فرمایا ہے۔۔

مثلاً توحید، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سے متعلق صوفیاء کرام کے فلسفہ عبادات اور ان میں سے ہر ایک کے ذریعے جہاں عام مسلمان ظاہر کی اصلاح کرتے ہیں صوفیاء کرام انہیں کو اپنی باطن کی اصلاح کا ذریعہ بناتے ہیں۔۔ اور ان عبادات و معاملات کی ادائیگی کے وقت اپنے باطن پر گہری نظر رکھتے ہیں۔۔

خلاصہ کلام؛

دنیا تصوّف کا یہ عظیم شاہکار یعنی کشف المحجوب اپنے اندر علوم وفنون، سیرت و تاریخ، علم و

ادب، اسلامی عقائد و نظریات، لطیف علمی نکات، اور بلخصوص تصوف و صوفیاء کے علمی و عملی اور فکری رجحانات کا سرچشمہ ہے۔۔ انسان کی روحانی، فکری و نظریاتی اور اخلاقی تربیت کے لیے کشف المحجوب کا مطالعہ انہتائی مفید ہے۔۔

درسِ نظامی کے طلباء کو اس کے مطالعہ سے ہرگز محروم نہیں رہنا چاہیے۔۔کشف المحجوب طلباء کی بہت سی علمی و فکری اور روحانی پریشانیوں کا بہترین علاج ہے۔۔

سلسلہ شرح ذوق نعت

از قلم: عمران اشفاق

شعر نمبر 1:

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

ترجمانی:

اس بے نیاز (اللہ) کا رتبہ کسی بھی قسم کے تصورات سے پاک ہے۔ نہ عقل اس کا احاطہ کر سکتی ہے نہ شعور۔

لفظی بحث:

ہے پاک رتبہ: عربی میں اس کے لیے لفظ ہے "سبحان"۔ لفظ سبحان خالق کے سوا کسی اور

کے لیے استعمال نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا مطلب ہے ہر قسم کے عیب سے پاک ہونا اور یہ وصف مخلوق میں ممکن نہیں کہ کہیں نہ کہیں کوئی عیب ضرور ہوتا ہے بلکہ مخلوق میں کوئی عیب نہ بھی ہو تو خالق اس مخلوق ہونے سے بھی پاک ہے۔ دیگر الفاظ طاہر، مطہر، منزہ، مبرہ، مقدس الفاظ بھی "پاکی" کا معنی رکھتے ہیں مگر تخصیص نہیں رکھتے۔ یقینا شاعر نے لفظ سبحان کے معنوں میں "پاک ہے" استعمال کیا ہے کیونکہ عقول و شعور سے پرے ہونا خالق کی صفت ہی ہے۔

فکر سے:

فکر کے کئی معانی ہیں جیسا کہ فیروز للغات سے ظاہر ہے۔ اس کے معانی میں، غور، تامل، سوچ بچار، دھیان، خیال، پرواہ، احتمال، رنج، غم شامل ہے مگر مذکورہ شعر میں خیال اور غور کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اس نیاز کا: بے غرض، بے پرواہ، مستغنی یہ اسی کے معانی ہیں شاعر نے یہاں اللہ کی صفت بیان کی ہے چونکہ اس کے اسمائے گرامی میں غنی اور اور صمد بھی ہیں جو انھی معنوں میں ہیں۔۔

نکتہ:

شاعر نے "بے نیاز" کا لفظ محض قافیہ بنانے یا اتفاقیہ طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ مصرعے کے مفہوم سے مطابقت قائم کی ہے۔ یعنی جو ذات کسی کی سوچ میں سما نہیں سکتی اس کی بے نیازی کا عالم کیا ہوگا۔

امتیاز:

لفظ امتیاز کے کئی معانی ہیں جس میں سے ایک معنی تو معروف ہے "فرق کرنا" لیکن مراد یہاں معنی نہیں ہے بلکہ فیروز للغات میں اس کا اور مفہوم بیان کیا گیا ہے "شعور". اور یہاں

یہی مراد ہے۔عقل کے ذکر نے بھی اس مفہوم کے راجح ہونے کی تائید کر دی۔

فکری جائزہ

محدود عقل:

اللہ رب العزت کی عزت و عظمت کا احاطہ ناممکن ہے کیوں کہ وہ خالق ہے اور عقل و شعور مخلوق ہیں پس ایک مخلوق کبھی خالق کا اندازہ نہیں کر سکتی۔عقل محدود جبکہ صفات الٰہیہ لا محدود ہیں۔

بقول اکبر الہ آبادی

عقل میں جو گھر گیا لا انتہا کیوں کر ہوا
جو سما میں آ گیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا

یعنی خدا عقل میں سما نہیں سکتا اور اگر سما جائے تو وہ خدا کیسا۔پس اس ذات کو احاطہ شعور میں لانا ناممکن ہے۔

بے مثال ذات:

اللہ پاک فرماتا ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ ۚ

"اس جیسا کوئی نہیں۔(شوری)

احاطہ عقل میں لانے یا تصورات میں سمانے کے لیے ضروری ہے کوئی مثال تو ہو۔۔مگر جب وہ خود فرماتا ہے کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے تو طائر عقل جتنی بھی اڑان بھر لے تھک کر واپس زمین پر آ گرے گا۔

بقول رضا (یہ شعر اگرچہ معراج کے حوالہ سے ہے مگر یہاں چسپاں کیا جاسکتا ہے)

قوی تھے مرغانِ وہم کے پَر، اُڑے تو اُڑنے کو اور دَم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

مثال:

ذات باری تو ذات باری ہے انسان اس کی کئی مخلوقات کو احاطہ عقل میں نہیں لا سکا۔ مثلا روح۔

آج تک کوئی فلسفی، دانشور، سائنسدان حتی کہ علماء کرام نے بھی سکوت فرمایا ہے اور "امر ربی" سے تعبیر کیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ! اسی طرح جنت، دوزخ، فرشتے وغیرہ کی حقیقت کا ادراک بھی انسانی عقل سے ممکن نہیں ہے حتی کہ جتنا بھی حسین تصور جنت کے بارے میں قائم کر لیا جائے، اصل جنت اس سے ورا ہے۔ تو جب مخلوق کا یہ عالم ہے تو خالق کا تصور کیسے ممکن ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی:

بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے
تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

فنی جائزہ

دخل عقل کا:

دخل اور عقل دونوں ہم قافیہ الفاظ ہیں جس سے ترنم پیدا ہو گیا۔

"کا" کی تکرار:

کسی بھی لفظ یا جملے کی بار بار تکرار سے عبارت یا شعر کا حسن ماند پڑ جاتا ہے مگر اس شعر میں

تین مرتبہ کا استعمال ہوا ہے اور وہ بھی غیر محسوس انداز میں، جس سے حسن شعری پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"نہ" کا استعمال:

دو مثبت فقروں کو منفی بنانے کے لیے ان کے درمیان "نہ" کا اضافہ کر دینا کافی ہے۔ یعنی اس نے کھایا۔ اس نے پیا۔ یہ دونوں جملے مثبت ہیں مگر ان کے درمیان نہ لکھ دینے سے دونوں ہی منفی ہو جائیں گے یعنی اس نے کھایا نہ اس نے پیا۔ اسے علم معانی کی رو سے قصر کہتے ہیں۔

امتیاز اور عقل دونوں کا استعمال:

عقل دو قسم کی ہے: عقل مطبوع اور عقل مسموع۔ تدبیر سے مراد عقل مسموع ہے کہ اس کے بغیر عقل مطبوع بے کار ہے، ہاں عقل مسموع کبھی عقل مطبوع کے بغیر مفید ہو جاتی ہے۔ عقل مطبوع وہ ہے جو فطری طور پر یا تجربہ یا عقل کے ذریعہ حاصل ہو۔ عقل مسموع وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حاصل ہو۔ (مراۃ المناجیح حدیث نمبر 5066)

گو کہ عقل اور شعور کے معانی تقریباً یکساں ہیں مگر یہاں لفظ امتیاز کا استعمال کر کے تاکید کا فائدہ حاصل ہوا کہ کسی طرح بھی رتبہ ذات باری کا احاطہ ممکن نہیں۔ جیسے حسن و جمال کہ کر مراد حسن ہی ہوتا ہے مگر جمال کا اضافہ تاکید کے لیے ہے۔ دوسرا یہ کہ عقل کا بھی سادہ مفہوم یہی ہے کہ بھلے برے میں تمیز کی صلاحیت اور امتیاز کا لفظی مطلب بھی فرق یا شناخت ہے گویا کہ دو طرح معانی استعمال کر کے شعر میں معنویت اور تاکید کا عنصر پیدا ہو گیا۔

واللہ اعلم ورسولہ اعلم

مصنفین صحاح ستہ کا تعارف (قسط 1)

تحریر: "السنی القادری" دانیال سہیل عطاری

یوں تو حدیثِ پاک کی بہت ساری کتابیں ہیں لیکن جو سب سے زیادہ مشہور ہیں وہ یہ ہیں:

"بُخاری، مُسلم، تِرمِذی، ابوداؤد، نَسائی اور اِبنِ ماجہ"

حدیث کی یہ چھ مشہور کتابیں "صِحاحِ سِتَّہ" کہلاتی ہیں۔

ان سب کتب میں جس کتاب کو فوقیت حاصل ہے اس کو صحیح البخاری کہا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد صحیح المسلم کا مرتبہ ہے۔

آج صحاح ستہ میں سے ایک کتاب کے مصنف کا تعارف کیا جائے گا۔

1۔ "حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ"

امام بخاری اپنے پیش روائمہ کی آرزو، اساتذہ کا فخر اور معاصرین کے لیے سراپا رشک تھے۔ ان کے زمانے میں احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی، کا فن حدیث میں چرچا تھا لیکن جب آسمان علم حدیث پر امام بخاری کا سورج طلوع ہوا تو تمام محدثین ستاروں کی طرح چھپتے چلے گئے۔ صحیح مجرد میں سب سے پہلے انہوں (امام بخاری) نے مجموعہ حدیث پیش کیا اور پھر کتب صحاح کی تصنیف کا سلسلہ شروع ہوا۔

"امام بخاری کی ولادت"

ناصر الاحادیث النبویہ، امیر المومنین فی الحدیث امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی

13 شوال 194ھ میں ماوراء النہر کے مشہور شہر "بخارا" میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی عظیم محدث اور ایک صالح بزرگ تھے۔ ابن حبان نے ان کو طبقہ رابعہ کے ثقہ راویوں میں شمار کیا۔

[شہاب الدین، حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی 852ھ، تھذیب التھذیب ج1ص274]

"ابتدائی حالات"

ایام طفولیت ہی میں امام بخاری کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر پرورش کی تمام تر ذمہ داریاں آپکی والدہ نے سنبھال لی تھی۔ بچپن میں ہی امام بخاری نابینا ہو گئے، اس وقت کے مشہور اطباء و معالجین کی طرف رجوع کیا گیا مگر کچھ فرق نہ پڑا۔ آپکی والدہ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں انہوں نے رو رو کر اللہ پاک سے فریاد کی اور دامن پھیلا کر اپنے لخت جگر کے لیے بصارت مانگی، ایک رات حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے امام بخاری کی والدہ کو بشارت دی کہ آپ کی دعائیں رب العالمین نے قبول فرمالی ہیں اور آپکے بیٹے کو بصارت لوٹادی گئی ہے۔ صبح جب امام بخاری بستر سے اٹھے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں۔

[شیخ عبدالحق دہلوی، المتوفی 1052ھ، اشعۃ اللمعات، ج1، ص1]

"زمانہ تعلیم"

ابتدائی اور ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب امام بخاری کی عمر دس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں علم حدیث کی تحصیل کا شوق پیدا کیا اور آپ نے "بخارا" کے درس حدیث میں داخلہ لیا۔ علم حدیث کو آپ نے انتہائی کاوش اور محبت سے حاصل کیا۔ متن کو محفوظ رکھا سند کے ایک ایک راوی کو ضبط کیا۔ حتیٰ کہ ایک سال بعد متن حدیث اور اسکی سند پر آپ کے

عبور کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات آپ کے اساتذہ بھی آپ سے اپنی تصحیح کرتے تھے۔

[حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی 852ھ، ہدی الساری، ج2، ص250]

"زیارت حرمین و آغاز تصنیف"

اٹھارہ سال کی عمر میں امام بخاری اپنے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل اور اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج کرنے کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ حج کے بعد ان (امام بخاری) کے بھائی والدہ کے ہمراہ واپس آ گئے اور امام بخاری مزید تعلیم کے حصول کے لیے وہیں رہ گئے۔ اسی دوران انہوں نے "قضایا الصحابہ و التابعین" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس کے بعد چاندنی راتوں میں روضہ محبوب کریم ﷺ کے پہلو میں بیٹھ کر "تاریخ کبیر" تصنیف کی۔ امام بخاری کہتے ہیں: میں نے "تاریخ کبیر" میں جتنے لوگوں کے اسماء ذکر کئے ہیں مجھے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں کوئی نہ کوئی قصہ معلوم تھا۔ لیکن اختصار کے سبب میں نے ان تمام قصوں کو درج نہیں کیا۔ "تاریخ کبیر" کی تکمیل ہوتے ہی اس کی نقل کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ محمد بن یوسف فریابی کہتے ہیں! کہ میں نے "تاریخ کبیر" کو اس وقت نقل کیا جب ابھی امام بخاری کی داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ [شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی 923ھ، ارشاد الساری، ج1، ص32]

"بے مثال حافظہ"

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری لڑکپن میں ہمارے ساتھ حدیث کے سماع کے لیے مشائخ "بصرہ" کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ امام بخاری کے سوا ہم تمام ساتھی احادیث ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ سولہ دن گزر جانے کے بعد ایک روز ہمیں خیال آیا اور ہم نے امام بخاری کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے احادیث ضبط نہ کر کے اتنے دنوں کی محنت ضائع

کردی، امام بخاری نے ہم سے کہا: اچھا! تم اپنے ضبط شدہ نوٹ لے آؤ۔ ہم اپنے اپنے نوٹ لے کر آئے اور امام بخاری نے سلسلہ وار احادیث سنانی شروع کردیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے پندرہ ہزار سے زائد احادیث بیان کرڈالیں اور یہ سن کر ہمیں یوں ہوتا تھا کہ گویا یہ روایات ہمیں امام بخاری نے لکھوائی ہیں۔[تذکرۃ المحدثین، ص168، از غلام رسول سعیدی صاحب]

"امام بخاری کی سادگی و انکساری"

امام بخاری مزاج و طبیعت کے اعتبار سے بہت سادہ اور جفاکش تھے اپنی ضرورت کے تمام کام خود کرلیا کرتے تھے۔ مال و دولت اور جاہ و مرتبت کے باوجود کبھی خدام اور غلاموں کا حشم قائم نہیں رکھا۔ "محمد بن حاتم وراق" آپ کے خصوصی شاگرد تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام بخاری بخارا کے قریب سرائے بنا رہے تھے اور اپنے ہاتھوں سے اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیوار میں لگا رہے تھے میں نے آگے بڑھ کر کہا: آپ رہنے دیجئے، یہ اینٹیں میں لگا دیتا ہوں آپ نے فرمایا! قیامت کے دن یہ عمل مجھے نفع دے گا۔[ایضاً ص176]

"امام بخاری کی فیاضی"

امام بخاری جس قدر مال سے غنی تھے اس سے زیادہ ان کا دل غنی تھا۔ بعض اوقات ایک دن میں تین تین سو درہم صدقہ کردیا کرتے تھے۔ وراق کہتے ہیں: امام بخاری کی ماہانہ آمدنی پانچ سو درہم تھی اور تمام رقم و طلبہ پر خرچ کردیا کرتے تھے۔[ایضاً ص177]

"امام بخاری کا زہد"

لذائذ دنیاویہ اور عیش و عشرت سے امام بخاری کوسوں دور تھے طَلَبِ علم میں بسا اوقات انہوں نے سوکھی ہوئی گھاس کھا کر بھی وقت گزارا ہے۔ ایک دن میں عام طور پر صرف دو یا تین

بادام کھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے اطباء نے بتلایا کہ سوکھی روٹی کھا کھا کر ان کی انتڑیاں سوکھ چکی ہیں۔ اس وقت امام بخاری نے بتلایا کہ وہ چالیس سال سے خشک روٹی کھا رہے ہیں اور اس طویل عرصہ میں سالن کو بلکل ہاتھ نہیں لگایا۔[ایضًا]

"امام بخاری کی عبادت وریاضت"

امام بخاری بے حد عبادت گزار اور شب بیدار تھے، کثرت سے نوافل پڑھتے اور روزے رکھتے تھے، رمضان شریف میں ہر روز ایک "قرآن مجید" کا ختم کرتے اور روزانہ نصف شب کو اٹھ کر "قرآن مجید" کے دس پاروں کی تلاوت کرتے، تراویح میں ختم قرآن کرتے اور ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[ایضًا ص178]

"امام بخاری کا اخلاق حسنہ"

امام بخاری بڑے خلیق، انتہائی بربادا ور حلیم تھے کسی شخص کی بدسلوکی پر وہ کبھی غیض وغضب میں نہ آتے اور برائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی سے دیا کرتے تھے، کسی شخص کی اصلاح مقصود ہوتی تو اسے بر سر مجلس کبھی ملامت نہ کرتے، ہر شخص کی عزت نفس کا خیال رکھتے اور کبھی کسی شخص کو شرمندہ نہ ہونے دیتے۔[ایضًا]

"امام بخاری کی تصانیف"

امام بخاری کی زندگی کا اکثر حصہ احادیث کی تلاش میں شہر در شہر سفر میں گزرا ہے اور انہیں کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع بہت کم ملا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے خاطر خواہ تعداد میں تصانیف لکھیں ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر حضرات نے نے جو امام بخاری کی تصانیف گنوائی ہیں وہ یہ ہیں:

1)۔ جامع الصحیح (2) التاریخ الکبیر (3) التاریخ الاوسط (4) التاریخ الصغیر (5) کتاب الضعفاء (6) کتاب الکنی (7) الادب المفرد (8) جزء رفع الیدین (9) جزء القراۃ خلف الامام (10) کتاب الاشربہ (11) کتاب الھبہ (12) کتاب العلل (13) بر الوالدین (14) الجامع الکبیر (15) المسند الکبیر (16) خلق افعال العباد (17) التفسیر الکبیر (18) قضایا الصحابہ و التابعین (19) کتاب الوحدان (20) کتاب المبسوط (21) کتاب الفوائد (22) اسامی الصحابہ

امام بخاری کی تصانیف تو کافی ہیں لیکن جو عظمت و شہرت اور مقبولیت "صحیح البخاری" کے حصہ میں آئی وہ کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی حق یہ ہے کہ تمام امہات کتب حدیث میں جو مقام "صحیح البخاری" کو حاصل ہوا اور کسی کتاب نے نہیں پایا۔ نیز علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد "صحیح البخاری" سے زیادہ کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں۔

امام شافعی نے "موطا امام مالک" کو صحیح ترین کتاب قرار دیا تھا لیکن وہ صحیح بخاری کی تصنیف سے پہلے کی بات تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ "صحیح البخاری" کے منظر وجود میں آنے کے بعد متقدمین کی تمام کتابیں پس منظر چلی گئی۔

کتاب اللہ کے بعد "صحیح البخاری" کے اصح ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے۔

بعض نے "صحیح المسلم" کو "صحیح البخاری" پر ترجیح دی مگر اس پر لوگوں کو جمہور کی موافقت حاصل نہ ہو سکی۔

حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں جس قدر احادیث درج کی ہیں وہ سب امام بخاری کی توجہ و عنایت کا ثمرہ ہیں اسلیے دارقطنی نے کہہ دیا کہ: "اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم

سے کسی حدیث کا ظہور نہ ہوتا۔ "[تذکرۃ المحدثین، ص 189، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی]

"امام بخاری کا وصال پر ملال"

"بخارا" سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے "سمر قند" جانے کا قصد کیا۔ ابھی "سمر قند" سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل "سمر قند" میں آپ کے بارے میں دو آرا ہو گئی ہیں، یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں "حر تنگ" نامی ایک بستی میں رک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: "اے خدا! یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے مجھے اپنے پاس بلا لے،" اس دعا کے بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ اس ثناء میں اہل سمر قند نے بلانے کے لیے آپ کے پاس قاصد بھیجا آپ جانے کے لیے تیار ہوئے مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا۔ چند دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے، جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا۔ ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح "یکم شوال 256ھ" کو باسٹھ سال کی زندگی گزار کر رات کے وقت علم و فضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا جس کے علم و عمل کی روشنی سے سمر قند، بخارا، بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام و خواص اپنے دل و دماغ کو منور کر رہے تھے۔

[حافظ ابن حجر عسقلانی، "ہدی الساری"، ج 2، ص 266]

”تفسیر نعیمی“ کے متعلق ایک الجھن کا حل

تحقیق و تحریر: محمد آصف اقبال مدنی

کتابیں لکھنا اس امت کی خصوصیت میں شمار کیا گیا ہے۔کتابیں لکھی جارہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی ، بعض کتب ایسی بھی لکھی گئیں جنہیں مصنفین مکمل نہ کر پائے تو بعد میں کسی اور نے ان کی تکمیل کی یا کچھ اضافہ کیا،اس حوالے سے جو کتب شہرت رکھتی ہیں ان میں تفسیر کبیر، تفسیر جلالین ، بہار شریعت ، تفسیر اشرفی، تفسیر نعیمی وغیرہ شامل ہیں۔ایسی کتب میں بعض کا تو علم ہے کہ مصنف کی تحریر کہاں تک ہے اور بعد والے نے کہاں سے آغاز کیا مگر بعض کتب کے بارے میں یہ وضاحت وصراحت نہیں ملتی اور یہ الجھن رہتی ہے کہ اصل مصنف کی تحریر کہاں تک ہے ؟ اشرف التفاسیر المعروف ”تفسیر نعیمی“ کے متعلق بھی کچھ ایسی ہی الجھن سننے میں آتی رہتی تھی کہ محسن اہلسنّت ، مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہ تفسیر قرآن کریم کی کس آیت طیبہ تک فرمائی ہے ؟اور آپ نے تفسیر کی کتنی جلدیں لکھی ہیں ؟اس لحاظ سے جب تفسیر نعیمی اور حضرت مصنف کی سوانح پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کیا تو تلاش وجستجو اور غور وفکر کا جو نتیجہ سامنے آیا اس کا ماحاصل پیش خدمت ہے:

حکیم الامت حضور مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "سورہ یونس کی آیت نمبر 68 تک تفسیر فرمائی ہے جو گیارہویں جلد کے صفحہ ۴۱۴ (مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات) پر مکمل ہوتی ہے۔"جس سے واضح ہوتا ہے کہ دسویں جلد مکمل اور گیارہویں جلد تقریبا

تین تہائی تک حکیم الامت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ہے اور اس سے آگے کی تفسیر آپ کے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد خان نعیمی کی ہے۔ شواہد حسب ذیل ہیں:

دسویں جلد کے آخر میں یہ کلماتِ تشکر درج ہیں: "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تفسیر نعیمی کی دسویں جلد پارہ "واعلموا" آٹھ جمادی اولیٰ ۱۳۹۰ھ ۱۳ جولائی ۱۹۷۰ کو دوشنبہ کو شروع ہوئی اور آج ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ ۱۸ مارچ ۱۹۷۱ پنج شنبہ کے دن سوا دس بجے دوپہر نومہینے بارہ دن میں بخیر و خوبی ختم ہوئی۔" (تفسیر نعیمی، ج۱۰، ص۵۶۱)

سورہ توبہ کی تفسیر کے اختتام پر مرقوم ہے: "الحمد للہ کہ آج بتاریخ ۵ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ ۳۱ مئی ۱۹۷۱ء بروز دوشنبہ چار بجے شام سورہ توبہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔ مجھے امید نہ تھی کہ میں تہائی قرآن مجید کی تفسیر لکھ لوں گا۔ یہ میرے رب کا کرم، اس کے محبوب کی نظر ہے کہ مجھ ناچیز سے تہائی قرآن پاک کی تفسیر مکمل کرادی۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ باقی دو تہائی کی تفسیر بھی مکمل کرادے۔" (تفسیر نعیمی، ج۱۱، ص۱۶۰)

شکرِ نعمت کی ادائیگی پر مشتمل ان دونوں پیراگرافس کا بین السطور واضح کررہا ہے کہ دسویں جلد مکمل اور گیارہویں "سورہ توبہ" تک کی تفسیر حضور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے اور اس سے آگے "سورہ یونس" کی تفسیر مفتی صاحب نے کہاں تک فرمائی ہے؟ اِس کے لئے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سوانح نگار مولانا نذیر احمد نعیمی صاحب "سوانح عمری" میں حافظ سید علی صاحب کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ایک بار مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب علیہ الرحمہ نے اُن سے فرمایا: حافظ صاحب تم کو ایک بات بتاؤں کسی سے کہنا نہیں۔ میں نے عرض کیا:

حضور ارشاد فرمائیں۔ فرمانے لگے: میری تقدیری عمر کل گذشتہ ختم ہو چکی ہے، آج سے دس دن پہلے میں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اتنی مہلت اور عطا فرمائیے کہ "اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (یونس: ٦٢)" والی آیت کی تفسیر لکھ لوں۔" میری یہ التجا منظور ہوگئی اور تین ماہ مزید زندگی سرورِ کائنات نے رب تعالیٰ سے دلوادی، ہماری اب یہ زندگی عطیۂ سرکار ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(سوانح عمری مع حالاتِ زندگی مفتی احمد یار خان، ص ۳۵)

ایک دوسرے سوانح نگار قاضی عبدالنبی کوکب صاحب "حیاتِ سالک" میں فرماتے ہیں: "تفسیر نعیمی کی سات جلدیں (پہلے سات پاروں پر مشتمل) طبع ہو چکی ہیں، آٹھویں پریس میں ہے نویں اور دسویں کا مسودہ مکمل ہو چکا ہے اور گیارہویں کی تالیف جاری تھی۔ اس میں آیت: اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (یونس: ٦٢) کی تفسیر مکمل لکھ چکے تھے کہ حضرت مولف کا انتقال ہوگیا۔ (حیاتِ سالک مع حالاتِ زندگی، ص ۹۳)

قاضی صاحب کی رائے سے ذرا سا اختلاف کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ سورہ یونس کی مذکورہ آیت 62 سے آگے مزید چھ آیات کی تفسیر بھی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے ہی فرمائی ہے۔ اس کی دلیل تفسیر کا اسلوب ہے کیونکہ سورہ یونس کی آیت 69 سے تفسیر کا اسلوب کئی اعتبار سے بدل گیا ہے جو کہ حضرت صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی کا ہے جبکہ اس سے پہلے کی چھ آیات کا اسلوب وہی ہے جو حکیم الامت علیہ الرحمہ کی ماقبل تفسیر کا ہے۔ اسلوب کی تبدیلی اور اس کے چند فرق درج ذیل ہیں:

(1) مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے مختصر نحوی تفسیر کے ساتھ ساتھ عالمانہ تفسیر فرمائی ہے

جس کا عنوان صرف "تفسیر" ہوتا ہے جبکہ صاحبزادہ صاحب ابتدا میں مستقل "نحوی تفسیر" کے عنوان سے تفسیر کرتے ہیں جس میں لغوی ترجمہ اور اصطلاحی و شرعی ترجمہ علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں پھر "عالمانہ تفسیر" کے عنوان سے کچھ نہ کچھ نحوی تفسیر کے ساتھ آیت کے معانی و مفاہیم بیان کرتے ہیں۔

(2) مفتی صاحب علیہ الرحمہ "اعتراضات" ذکر کرتے وقت کوئی تمہیدی جملہ نہیں لکھتے بلکہ "پہلا اعتراض" لکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں جبکہ صاحبزادہ صاحب اولاً تمہیدی جملہ لکھتے ہیں پھر "پہلا اعتراض" سے اعتراضات کا آغاز کرتے ہیں مثلاً "اس آیت پر چند اعتراضات پڑ سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض" (تفسیر نعیمی، ج۱۱، ص۴۱۸) "اس آیت پر مخالفین کی طرف سے چند اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ پہلا اعتراض" (ایضا، ص۴۲۵) "اس پر چند طرح اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔ پہلا اعتراض" (ایضا، ص۴۳۱) وعلی ہذا القیاس۔

(3) مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی عادت ہے کہ وہ "تفسیر" کرتے ہوئے اکثر "کتب تفسیر" کے حوالہ جات بھی ذکر کردیتے ہیں جبکہ صاحبزادہ صاحب حوالہ جات بہت کم اور کہیں کہیں ذکر کرتے ہیں۔

اسلوب کی تبدیلی اور یہ تینوں فرق سورہ یونس کی آیت 68 سے ماقبل اور مابعد دیکھے جاسکتے ہیں۔ پھر یہ کہ ہماری بات کی تصدیق خود قاضی عبدالنبی کوکب صاحب کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ، انہوں نے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی تصانیف کا تعارف کرواتے ہوئے تفسیر نعیمی کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے: "اشرف التفاسیر تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۶۳ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔ حضرت صاحب اس تفسیر کو گیارہویں پارے کے آخری ربع تک مکمل

کر چکے تھے۔" (حیاتِ سالک مع حالاتِ زندگی، ص۱۰۱) اور گیارہویں پارے کا "آخری ربع" سورہ یونس کی آیت 70 پر ہوتا ہے جو بہ نسبت آیت نمبر 62 کے آیت نمبر 68 سے زیادہ قریب ہے۔

نیز حکیم الامت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی حیات وخدمات پر میسور (ہند) سے پی، ایچ، ڈی کرنے والے جناب شیخ بلال احمد صدیقی صاحب نے گیارہویں پارے کی مکمل تفسیر صفحات ۵۶۸ کو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس پر حاشیہ میں لکھا: "اِس سے آگے پارہ 19 اور 20 تک کی تصنیف اقتدار احمد خان کو سعادت حاصل ہوئی۔" (حالاتِ زندگی حکیم الامت مفتی احمد یار خان، ص۹۳)

شیخ صاحب نے غالبًا مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی تین تہائی تفسیر کو دیکھتے ہوئے پورے پارے کی تفسیر آپ کی طرف منسوب کردی ہے مگر درست بات وہی ہے جو ہم نے شواہد کی روشنی میں پیش کردی ہے۔ واللہ اَعْلَم بِالصَّوَاب

نوٹ: یہ تحریر خیر خواہی اُمت کے جذبہ کے تحت لکھی گئی ہے تاکہ کوئی اور ایسی کسی الجھن سے دوچار نہ ہو۔ اہلِ علم واصحاب نظر سے التجا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائیں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بچوں کو عاشقِ صحابہ واہلِ بیت کیوں اور کیسے بنایا جائے؟

محمد احسان شاہ عطاری

دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق بعدِ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم روئے زمین پر ایک عظیم ہستی پائی جاتی ہے جنہیں صحابۂ کرام کے نام سے جانا جاتا ہے جن کی تعظیم وتوقیر کرنا اہلِ اسلام پر لازم وضروری ہے جس کے بغیر الفتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرنا درست نہیں۔

کیونکہ محبوب سے محبت کا دعویٰ اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے جبکہ محبوب کے متعلقین ومتوسلین سے محبت کی جائے، تو آج کے اس مضمون میں ہم اسی متعلق گفتگو کریں گے۔

کیوں ضروری ہے؟

جیساکہ پیچھے عرض کیا کہ محبوب سے محبت کا دعویٰ اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے جبکہ محبوب کے متعلقین سے محبت کی جائے، چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، میرے بعد انہیں ہدفِ ملامت نہ بناؤ، جس کسی نے ان سے محبت کی تو بالیقین اس نے میری محبت کی خاطر ان سے محبت کی ہے اور جس کسی نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی بنا پر ان سے بغض رکھا ہے اور جس کسی نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے یقیناً مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت دی اس

نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ عزوجل اس کی گرفت فرمائے۔ ﴿ترمذی، ج2، ص225﴾

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کی محبت (جس میں اہلِ بیتِ کرام بھی شامل ہیں) گویا حضور علیہ السلام سے محبت کرنا ہے اور حضور علیہ السلام سے محبت کرنا کامل مومن کی نشانی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

تو معلوم ہوا کہ "صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت رکھنا لازم و ضروری و جزوِ ایمان ہے۔"

"صحابہ کی محبت جزوِ ایمان؟"

یہ جملہ بظاہر کسی کو کھٹک سکتا ہے اس لئے تھوڑی وضاحت کئے دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا روایت میں حضور علیہ السلام نے صحابہ سے محبت اور بغض کو اپنی ذات کے سبب محبت و بغض کرنا قرار دیا اور حضور علیہ السلام سے محبت کرنا کامل مومن کی نشانی ہے اور کامل مومن وہی ہے جسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں سے بڑھ کر محبوب ہوں تو امید ہے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کیونکر جزوِ ایمان ہے۔

مضمون کے ایک حصے "بچوں کو عاشقِ صحابہ و اہلِ بیت کیوں بنایا جائے؟" کے متعلق مختصراً کچھ عرض کر دیا ہے جس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ "صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنا لازم و ضروری اور جزوِ ایمان ہے۔"

اب بڑھتے ہیں مضمون کے دوسرے حصے "بچوں کو عاشقِ صحابہ و اہلِ بیت کیسے بنایا جائے؟"

"چند نکات ملاحظہ ہوں:"

(1) بچوں کو عاشقِ صحابہ واہلِ بیت بنانے کیلئے پہلے ہمیں خود عاشق بننا پڑے گا جیسا کہ ہمارے بزر گانِ دین رحمہم اللہ المبین کا طریقہ رہا ہے اور اسی کی ایک جھلک عصرِ حاضر کی عظیم علمی وروحانی شخصیت، بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ میں دیکھی جاسکتی ہے کہ "آپ دامت برکاتہم القدسیہ کسی چیز کو اپنانے کا اس وقت تک ارشاد نہیں فرماتے جب تک خود پر اس چیز کا نفاذ نہیں فرماتے۔"

تو پیارے! یہی طریقہ ہمیں بھی اپنانا پڑے گا۔

(2) خود عاشق بننے کے بعد ہمیں بچوں کی تربیت کرنے کا انداز سیکھنا ہو گا کہ بعض اوقات بعض والدین ویڈیوز ڈاؤن لوڈ کر کے بچوں کو سناتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے ہمارے بچے عاشقِ صحابہ واہلِ بیت بن جائیں لیکن یہ آپ کی خام خیالی ہے کیونکہ بچے وہی کچھ کرتے ہیں جو آپ ان کے سامنے کرتے ہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بچوں کو صحابہ کرام کے نام یاد ہوجائیں ان کی کرامات یاد ہوجائیں مگر کیا اس سے صحابہ کرام کی محبت اجاگر ہو پائے گی! تھوڑا نہیں پورا سوچیے اور اپنے بچوں کی تربیت خود وقت نکال کر کیجیے۔

(3) تیسرا طریقہ مطالعہ کی عادت ڈالنا ہے اور یہ عادت ڈالنے کیلئے شروع شروع میں آپ کو بھی مطالعہ کرنا پڑے گا اور سو فیصد آپ پر ذمہ داری اس بات کی ہے کہ آپ اہلسنت کی کتابیں ہی بچے تک پہنچائیں جب بچہ مطالعہ کرے گا اور کرتا رہے گا تو ان شاءاللہ تعالیٰ وہ بھی عاشقِ صحابہ واہلِ بیت بن جائے گا۔

(4) چوتھا طریقہ نہایت مشکل مگر ممکن ہے وہ یہ کہ بچے سے دن بھر کے مطالعہ کی رپورٹ

لیں وہ اس طرح کے گھر کے تمام افراد سامعین ہوں اور وہ بچہ سب کو اپنے مطالعے میں سے کچھ بتائے یوں گھر والوں کو بھی ان کے متعلق معلومات ملے گی اور بچے کا پڑھا ہوا مضبوط ہو جائے گا۔

اور میرا مشاہدہ یہ کہ "جس صحابی کے بارے میں مجھے جتنی زیادہ معلومات ملتی ہے اتنی زیادہ محبت اور ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ان شاء اللہ قیامت کے دن جنت کی صورت میں عطا کیا جائے گا۔

اللہ کریم ہمیں اور ہمارے بچوں کو عاشقِ صحابہ واہلِ بیت کرام علیہم الرضوان بنائے اور مرتے دم تک ہر صحابی کا باادب رکھے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

امام مسجد کو کیسا ہونا چاہیے؟

از قلم: منیر احمد اشرفی عفی عنہ

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ منصبِ امامت، اسلامی مناصب میں سے ایک اہم ترین منصب ہے، نبی کریم ﷺ سے اس منصب کی فضیلت میں متعدّد احادیث منقول ہیں۔

شانِ امام بزبانِ خیر الانام ﷺ۔۔۔۔۔

امام مسجد کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس کے مقام و مرتبہ کا پتہ چل سکے کہ اللہ جل وعلا اور رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کی نظر میں اسکا کیا مقام ہے۔

امام۔۔۔اللہ جل وعلا اور بندوں کے درمیان ایک واسطے اور رابطے کا ذریعہ اور سبب ہے کہ وہ لوگوں کے وکیل کی حیثیت سے بارگاہِ خداوندی میں مناجات کرتا ہے جیسے کہ ایک حدیث شریف میں میرے اور آپ کے کریم آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ کیونکہ تمہارے ربّ عزوجل کے حضور وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث: 20432)

(بحوالہ: امام وخطیب کی شرعی حیثیت، ص: 16)

ایک حدیث شریف میں امام کو مقام و مرتبہ کے لحاظ سے مسجد میں موجود لوگوں میں سے سب سے اہم ترین شخص قرار دیا گیا ہے۔

(انظر: کنزالعمال، رقم الحدیث: 20375)

(بحوالہ: امام وخطیب کی شرعی حیثیت، ص: 18)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: امام و مؤذن کو ان سب کی (نمازوں کے) برابر ثواب ہے، جنہوں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔

(کنز العمال، کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث: 30370) (بحوالہ: بہار شریعت، امامت کا بیان، 558/1)

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ منصبِ امامت کوئی عام منصب نہیں۔۔۔۔

حضور جان جاناں ﷺ ظاہری حیات مبارکہ میں خود بھی امامت فرماتے رہے، بعد میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی اس عظیم فریضہ کو سر انجام دیتے رہے۔۔۔۔۔

اب ہم امام کی کچھ ذمہ داریوں کے متعلق جاننے کی کوشش کریں گے کہ امام مسجد کو دینی و دنیاوی طور پر کیسا ہونا چاہیے؟

امام مسجد کو چاہیے کہ وہ۔۔۔۔۔۔

وقت کا پابند ہو، کیونکہ ہر ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ وقت کی پابندی عظیم لوگوں کا شیوہ ہے۔

خوش اخلاق اور ملنسار ہو، امیر و غریب کی تخصیص کے بغیر سب نمازیوں سے یکساں تعلقات رکھے۔

انتظامی امور میں مداخلت نہ کرے، ہاں جب کوئی غیر شرعی کام دیکھے تو بقدرِ طاقت روک تھام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔

امام کو حق گو ہونا چاہیے، حق کو بالکل بھی چھپانے والا نہ ہو بلکہ حکمت عملی سے تمام امور کو بطریق احسن سرانجام دے۔

زیادہ چھٹیاں نہ کرے بلکہ بہت ضرورت ہو تو چھٹی کرے اور کوشش کرے کہ اپنی جگہ پر

نائب مقرر کرے۔

بنیادی علوم کا جاننے والا ہو، جیسے: عقائد کا بیان، طہارت (وضو وغسل وغیرہ کے مسائل)، نماز کے تمام تر مسائل جیسے کہ شرائطِ نماز، فرائضِ نماز، واجباتِ نماز، مفسداتِ نماز، مکروہات نماز، سنن و مستحبات پر آگاہی ہو، امام کو پتہ ہو کہ سجدۂ سہو کس صورت میں لازم ہوتا ہے، نماز کن صورتوں میں واجب الاعادہ ہوگی، کن صورتوں میں فاسد ہو سکتی ہے، نیز لقمہ کے مسائل بھی لازمی طور پر یاد ہوں کہ کہاں لقمہ لینا ہے اور کہاں نہیں۔ اسی طرح مقتدی کو بھی لقمہ کے مسائل یاد کرنے چاہیے تاکہ بوقت ضرورت وہ امام کو لقمہ کے محل پر ہی لقمہ دے سکے، کیونکہ غیرِ محل پر لقمہ دیا تو اسکی نماز گئی (فاسد ہوئی)، امام نے غیر محل پر لقمہ قبول کیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہوئی، جب امام کی نماز فاسد ہوئی تو پیچھے موجود سب نمازیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، اس لیے لقمہ کے مسائل کا جاننا امام و مقتدی دونوں پر لازم ہیں۔

امام بقدرِ ضرورت درست قرأت پر قادر ہو، جب قرأت کرے تو اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھے کہ اس کی اقتدا میں بوڑھے، بچے، اور کام والے بھی موجود ہیں،

امام کو انکی رعایت کرنی چاہیے، کیونکہ احادیث میں اس کی بہت ترغیب دلائی گئی ہے، ہاں جب اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل قرأت کرے۔۔۔

ملاحظہ ہو۔۔۔۔

(بہار شریعت، امامت کا بیان 559/1)(بخاری شریف، رقم الحدیث: 703)

امام کا لباس، اسکی ٹوپی یا عمامہ صاف ستھرا ہونا چاہیے، اس کے بال بکھرے ہوئے نہ ہوں، اس کے ہاتھ، پاؤں اور دانت میلے کچیلے نہ ہوں کہ لوگ گھن کرتے ہیں۔

اپنے منصب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اچھا لباس، اچھا جوتا پہنے، خوشبو کا استعمال بھی کرے۔

مسجد میں درس و بیان کا سلسلہ بھی جاری رکھے، مقتدیوں کے عقائد و اعمال کی حتی الامکان اصلاح کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

امام کا مطالعہ وسیع ہونا چاہیے کیونکہ کوئی بھی کسی وقت بھی کسی مسلہ کے متعلق پوچھ سکتا ہے، لیکن۔۔۔۔کچھ باتوں کو مد نظر رکھے کہ ہر ہر سوال کا جواب دینا اس پر لازم نہیں اور نہ ہی ہر ہر سوال کے جواب میں "لا ادری، لا ادری" کی گردان الاپنا شروع کر دے۔ جس مسلہ کا علم نہ ہو، محض اپنی عزت بچانے کی خاطر غلط مسلہ بیان نہ کرے، بلکہ یوں کہے: پوچھ کر عرض کر دوں گا، یا دیکھ کر بتا دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔۔۔

امام کو حتی الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے، حرام لقمے سے بچے، نگاہ کی بالخصوص حفاظت کرے، اگر کنوارہ ہے اور فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو جلد از جلد نکاح کی ترکیب کرے کیونکہ اس کے کاندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری ہے، اگر گناہوں میں ملوث رہا تو اللہ جل وعلا اور رسول پاک ﷺ کے حضور کونسا منہ لے کر حاضر ہو گا؟؟؟

امام کو چاہیے کہ وہ اگر خوشحال ہے تو فی سبیل اللہ امامت کرے اور اگر نہیں تو اجارہ کرنے میں بھی حرج نہیں۔ اسکا گزر بسر فقط اجارے (مسجد کی تنخواہ) پر ہی نہ ہو بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے منصب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ کر اپنا کام کرے یا کوئی اور چھوٹا موٹا کاروبار کر لے تاکہ لوگ اسے تنخواہ دار مولوی ہونے کے طعنے نہ دیں بلکہ اپنا ذریعہ معاش ہو ایسا ذریعہ معاش جو اسکی ضروریات کا کفیل ہو۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ایسے آئمہ کرام کی عزت زیادہ

ہوتی ہے جو امامت کے ساتھ ساتھ اپنا کاروبار بھی کرتے ہوں۔

سچ بولے، لین دین میں بالکل کھرا ہو، قول و فعل میں تضاد نہ ہو، چھوٹوں سے اخلاق سے پیش آئے، بڑوں کا ادب و احترام کرے، حتی الامکان کسی سے مفت میں کوئی چیز نہ لے بلکہ خوددار ہو، خودداری بہت اعلیٰ وصف ہے، نیز خوددار بندے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

کچھ ذمہ داریاں مقتدیوں پر بھی عائد ہوتی ہیں مگر یہ ہمارے موضوع سے ہٹ کر ہے، اگر زندگی نے وفا کی تو اس سلگتے ہوئے موضوع پر بھی لکھنے کی کوشش کی جائے گی۔۔۔

اللہ پاک ہمیں اپنے آئمہ کی عزت، انکا ادب و احترام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

پر سکون زندگی گزاریں

تحریر: ابوالبیان القادری

لقمان حکیم کی حکایات میں ہے۔۔۔کہ ایک سُور کسی درخت سے اپنی ڈاڑھ تیز کر رہا تھا۔۔۔ایک لومڑی وہاں آنکلی اور اس سے کہنے لگی۔۔۔اے دوست کوئی دشمن تو نہیں ہے؟ تم کس سے لڑائی کی تیاری کر رہے ہو۔۔۔جواباً۔۔۔سور نے کہا اے لومڑی! تیری بات سچ ہے لیکن فرصت کے وقت اپنے ہتھیار صاف اور تیز رکھنے چاہییے۔۔۔اس لیے کہ لڑائی کے وقت فرصت ملے یا نہ ملے۔۔۔ہنگامہِ جنگ کا کیا بھروسہ۔۔۔۔۔۔مسلح افواج کے تربیتی اداروں میں اس بات کی تعلیم دی جاتی ہے کہ:

The more you sweat in peace The less you bleed in war.

جو وقت ملا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیے اور اسے ابھی کرنے کی کوشش کیجیے اگر یہ وقت ضائع ہو گیا تو یہ کام کبھی نہیں ہو سکے گا۔۔۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ملتا ہے

فرمایا: آج کام کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل (یعنی قیامت کے دن) حساب کا دن ہو گا عمل کا نہیں۔۔۔لہذا ہمیں آج کے وقت کو کام میں لانا ہو گا۔۔۔

رِیاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کرلو ابھی نوریؔ جواں تم ہو

بامقصد لوگ اپنے کام کو وقت کے ساتھ باندھے رکھتے ہیں۔۔۔اصل زندگی ہی بامقصد لوگ انجوائے کرتے ہیں۔۔۔بے مقصد لوگ تو بس وقت گزاری کرتے ہیں۔۔۔اگر ہم با مقصد لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔۔۔اور کامیاب لوگوں کی فہرست کا حصہ بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے موجودہ وقت کو کام میں لانا ہوگا۔۔۔اپنی ترجیحات کا تعین کرنا ہوگا۔۔۔اپنے معاملات کی فہرست بنانی ہوگی۔۔۔ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر

وقت کے لیے ایک کام اس اصول کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہوگا۔۔۔ان شاء اللہ زندگی بہترین انداز سے گزرے گی۔۔۔بعض اوقات یہ رونا رویا جاتا ہے کہ اتنے سارے کام ہیں تو ہم کیسے سب کو نمٹائیں۔۔۔کاموں کو مکمل کرنا مشکل بن جاتا ہے۔۔۔یہ خیال تب آتا ہے اس پریشانی کا سامنا جبھی ہوتا ہے کہ ہم نے کاموں کی ترتیب نہ رکھی اور وقت خاص نہ کیا ہو ۔۔۔اگر آپ اپنے کام بخوشی مکمل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔تو اس اصول کو اپنائیت کا جامعہ پہنائیں اور اپنے وقت کو بڑھائیں۔۔۔عربی مقولہ ہے توزیع الوقت توسیع الوقت وقت کو بانٹ دینا وقت کو وسیع بنا دیا ہے۔۔۔جی ہاں اپنے وقت کے حصے بنائیں کاموں کو وقت پر تقسیم کریں اہم غیر اہم، اور ضروری اور فوری کا چارٹ بنائیں ان شاء اللہ وقت میں برکت ہوگی کام وقت پر مکمل ہونگے۔۔۔زندگی پرسکون گزرے گی۔۔۔اللہ کریم مجھے اور آپ کو وقت کی قدر نصیب فرما

روایتوں کی تحقیق (قسط 2)

عبد مصطفی (محمد صابر قادری)

جنت میں حضور ﷺ کی شادی

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل جنت میں میری شادی حضرت مریم بنت عمران (حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ) اور حضرت آسیہ اور موسی علیہ السلام کی بہن سے فرمائے گا۔

(انظر: المعجم الکبیر للطبرانی مترجم، ج4، ص135، ح5353، ط پروگریسو بکس لاہور)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا سے ارشاد فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی جنت میں میرا نکاح حضرت مریم بنت عمران اور حضرت موسی علیہ السلام کی بہن کلثوم اور فرعون کی (نیک و پارسا) بیوی آسیہ سے کرے گا۔

(انظر: المعجم الکبیر للطبرانی مترجم، ج5، ص724، ح7931، ط پروگریسو بکس لاہور)

حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ تفسیر صاوی میں ہے کہ پانچ خواتین افضل ہیں: مریم، خدیجہ، فاطمہ، عائشہ اور آسیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔
بی بی مریم اور بی بی آسیہ جنت میں حضور ﷺ کی ازواج میں سے ہوں گی۔

(انظر: عطائین اردو شرح تفسیر جلالین، ج1، ص401، ط ادارۂ فیضان رضا کراچی)

حضرت علامہ مفتی محمد اکمل مدنی حفظہ اللہ فتاوی رضویہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت مریم، حضرت کلثوم اور حضرت آسیہ کا نکاح جنت میں حضور ﷺ سے ہو گا۔

(ملخصًا: کیا آپ کو معلوم ہے؟، حصہ 1، ص 146 بہ حوالہ فتاوی رضویہ قدیم، ج 9، ص 11)

حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم حفظہ اللہ تفسیر ابن کثیر، تفسیر در منثور، تفسیر خازن، تفسیر قرطبی وغیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جنت میں حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت کلثوم (کلثوم/حکیمہ/کلیمہ) حضور ﷺ کی زوجیت سے مشرف و سرفراز ہوں گی۔

(ملخصًا: فتاوی بریلی شریف، ص 222، ط زاویہ پبلشرز لاہور)

مفتی محمد یونس رضا اویسی حفظہ اللہ نے بھی یہ لکھا ہے کہ جنت میں حضرت مریم کا نکاح حضور ﷺ سے ہوگا۔ (ایضًا، ص 321)

حضرتِ فاطمہ کی طرف منسوب ایک موضوع روایت

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ خاتون جنت، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی، امام حسن و حسین کے خون آلود اور زہر آلود کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، اسے ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایہ پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضے میں گنہگار امت کو بخشوائیں گی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

امام اہل سنت جواباً لکھتے ہیں کہ یہ سب محض جھوٹ، افترا، کذب، گستاخی اور بے ادبی ہے۔ مجمع اولین و آخرین میں ان کا برہنہ تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا، وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گی تو زیر عرش سے منادی ندا کرے گا کہ اے اہل محشر اپنے سر جھکالو اور اپنی آنکھیں بند کرلو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ صراط پر گزر فرمائیں گی پھر وہ نور الٰہی ایک برق کی

طرح ستر ہزار حوریں جلوے میں لیے ہوئے گزر فرمائے گا۔(ملخصًا: احکام شریعت، ج1، ص160)

جاہل حفاظ کی منگھڑت روایت

بعض جاہل حفاظ بچوں کو پڑھاتے کم اور مارتے زیادہ ہیں اور جب انھیں منع کیا جائے تو ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ استاد کی مار سے دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور جس جگہ استاد کی مار پڑے گی اس جگہ دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔ استاد صاحب ایک تو مار بھی رہے ہیں اور اوپر سے اس کی حکمت بھی بیان فرما رہے ہیں! واہ استاد صاحب......،

شیخ الحدیث، علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض جاہل حفاظ اور قُرّا نے یہ حدیث گھڑی ہے کہ استاد کی مار سے..... الخ۔ یہ حدیث جھوٹی اور منگھڑت ہے اور نبی پر جھوٹ باندھنا گناہ کبیرہ ہے۔ ان جھوٹوں سے پوچھا جائے کہ یہ روایت حدیث کی کس کتاب میں مذکور ہے؟(انظر: نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج10، ص257)

اذان بلال اور سورج کا نکلنا

عوام الناس سے لے کر خواص تک ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان میں لکنت تھی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ اذان کے کلمات کو صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے تھے؛ ایک مرتبہ آپ کو اذان دینے سے روکا گیا اور جب آپ نے اذان نہیں دی تو سورج ہی نہیں نکلا!

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت بلال کی "سین" اللہ تعالی کے نزدیک "شین" ہے۔

اس واقعے کو کچھ مقررین بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کو بھی ایسی مسالے دار روایات سننے میں بڑا مزا آتا ہے۔

کئی معتبر علما نے اس روایت کا رد کیا ہے اور اسے موضوع و منگھڑت قرار دیا ہے لیکن پھر بھی کچھ مقررین اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ مقررین کی پیشہ ورانہ مجبوری انھیں ایسی روایات چھوڑنے نہیں دیتی،

ع ذرا سا جھوٹ ضروری ہے داستاں کے لیے

اس روایت کے متعلق علمائے محققین کی آرا ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

(1) امام ابن کثیر (م774ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج5، ص477)

(2) امام شیخ عبد الرحمن سخاوی (م904ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد برہان سفاقسی کے حوالے سے علامہ جمال الدین المزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت عوام کی زبانوں پر تو مشہور ہے لیکن ہم نے کسی بھی کتاب میں اسے نہیں پایا۔ (المقاصد الحسنۃ، ص190، ر221)

(3) امام سخاوی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ابن کثیر نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور اسی طرح علامہ جمال الدین المزی کا قول گزر چکا۔ (ایضاً، ص397، ر582، ملتقطاً)

(4) علامہ عبد الوہاب شعرانی (م973ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ عوام کی زبان پر تو مشہور ہے لیکن اصول میں ہم نے اس بارے میں کوئی تائید نہیں دیکھی۔

(البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر والنذیر، ص117، ر915 بہ حوالہ جمال بلال)

(5) علامہ شعرانی مزید لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(ایضاً، ص186، ر1378)

(6) امام ملا علی قاری حنفی (م 1014ھ) نے بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

(الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبری، ص140، ر76)

(7) علامہ بدر الدین زرکشی (م 794ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حافظ جمال الدین المزی فرماتے ہیں کہ یہ روایت عوام کی زبان پر تو مشہور ہے لیکن اس بارے میں ہم نے امہات الکتب میں کچھ بھی نہیں دیکھا اور اس روایت کے بارے میں شیخ برہان الدین سفاقسی کا بھی یہی قول ہے۔ (اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشہورۃ، ص207، 208)

(8) علامہ ابن المبرد المقدسی (م 909ھ) اس روایت کو لکھنے کے بعد علامہ جمال الدین المزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ مستند کتب میں اس کا کوئی وجود نہیں۔

(التخریج الصغیر والتحبیر الکبیر، ص109، ر554)

(9) علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی (م 1162ھ) اس روایت کو لکھنے کے بعد امام جلال الدین سیوطی کا قول نقل کرتے ہیں کہ امہات الکتب میں ایسا کچھ بھی وارد نہیں ہوا اور امام ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور علامہ جمال الدین المزی سے نقل کرتے ہوئے شیخ برہان سفاقسی فرماتے ہیں کہ عوام کی زبان پر تو ایسا مشہور ہے لیکن اصل کتب میں ایسا کچھ بھی وارد نہیں ہوا۔ (کشف الخفاء ومزیل الالباس، ص260، ر695)

(10) علامہ عجلونی مزید لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(ایضاً، ص530، ر1520)

(11 تا 15) اس روایت کا ردان کتب میں بھی موجود ہے:

"تمیز الطیب من الخبیث"، "تذکرۃ الموضوعات للھندی"، "الدرر المنتثرۃ

للسیوطی"، "الفوائد للکرمی"، "اسنی المطالب"۔

(16) علامہ شریف الحق امجدی (م 1421ھ) لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بعض کتابوں میں درج ہے لیکن تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع، منگھڑت اور بالکلیہ جھوٹ ہے۔ (فتاوی شارح بخاری، ج2، ص38)

(17) علامہ عبد المنان اعظمی (م1434ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو اذان سے معزول کرنے کا ذکر ہم کو نہیں ملا بلکہ عینی جلد پنجم، صفحہ نمبر 108 میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سفر اور حضر ہر دو حال میں اذان دیتے اور یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ دونوں حضرات کی آخری زندگی تک مؤذن رہے۔ (فتاوی بحر العلوم، ج1، ص109)

(18) مولانا غلام احمد رضا لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ موضوع و منگھڑت ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے کلمات اذان صحیح (طور پر) ادا نہیں ہو پاتے تھے۔ (ملتقطاً: فتاوی مرکز تربیت افتا، ج2، ص647)

ان دلائل کے بعد اب اس روایت کے موضوع و منگھڑت ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

ہماری اردو کتابیں:

﴿بہار تحریر (14 حصے)﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا کیسا؟﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿اذان بلال اور سورج کا نکلنا﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿عشق مجازی (منتخب مضامین کا مجموعہ)﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿شب معراج غوث پاک﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿شب معراج نعلین عرش پر﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿حضرت اویس قرنی کا ایک واقعہ﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿ڈاکٹر طاہر اور وقار ملت﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿مقرر کیسا ہو؟﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿غیر صحابہ میں ترضی﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿اختلاف اختلاف اختلاف﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿سیکس نالج (اسلام میں صحبت کے آداب)﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے پر تحقیق﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿ایک عاشق کی کہانی علامہ ابن جوزی کی زبانی﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿آئیے نماز سیکھیں (پہلا حصہ)﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿قیامت کے دن کس کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿محرم میں نکاح﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿روایتوں کی تحقیق (تین حصے)﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴿بریک اپ کے بعد کیا کریں؟﴾	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

﴾ایک نکاح ایسا بھی﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾کافر سے سود﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾میں خان تو انصاری﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾جرمانہ﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾لا الہ الا اللہ، چشتی رسول اللہ ؟﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾سفرنامہ بلاد خمسہ﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾منصور حلاج﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾فرضی قبریں﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾سنی کون ؟ وہابی کون ؟﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾ہندستان دار الحرب یا دار الاسلام ؟﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾رَضا یا رِضا﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾786/92﴿	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
﴾کلام عبید رضا﴿	پیشکش عبد مصطفی آفیشل
﴾تحریرات لقمان﴿	از قلم علامہ قاری لقمان شاہد
﴾بنت حوا (ایک سنجیدہ تحریر)﴿	از قلم کنیز اختر
﴾عورت کا جنازہ﴿	از قلم جناب غزل صاحبہ
﴾تحقیق عرفان فی تخریج شمول الاسلام﴿	از قلم عرفان برکاتی
﴾اصلاح معاشرہ (منتخب احادیث کی روشنی میں)﴿	از قلم عرفان برکاتی
﴾مسائل شریعت (جلد 1)﴿	از قلم سید محمد سکندر وارثی
﴾اے گروہ علما کہ دو میں نہیں جانتا﴿	از قلم مولانا حسن نوری گونڈوی
﴾مقام صحابہ امام احمد بن حنبل کی نظر میں﴿	از قلم علامہ وقار رضا القادری المدنی
﴾مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں﴿	از قلم محمد ثقلین ترابی نوری
﴾سفرنامہ عرب﴿	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی

﴾من سب نبیا فاقتلوہ کی تحقیق﴿	از قلم زبیر جمالوی
﴾ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700 تصانیف کی حقیقت﴿	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
﴾علم نور ہے﴿	از قلم محمد شعیب جلالی عطاری
﴾یہ بھی ضروری ہے﴿	از قلم محمد حاشر عطاری
﴾مومن ہو نہیں سکتا﴿	از قلم فہیم جیلانی مصباحی
﴾جہان حکمت﴿	از قلم محمد سلیم رضوی
﴾ماہ صفر کی تحقیق﴿	از قلم مولانا محمد نیاز عطاری
﴾فضائل و مناقب امام حسین﴿	از قلم ڈاکٹر فیض احمد چشتی
﴾شان صدیق اکبر بزبان محبوب اکبر﴿	از قلم امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
﴾تحریرات بلال﴿	از قلم مولانا محمد بلال ناصر
﴾معارف اعلی حضرت﴿	از قلم مولانا سید بلال رضا عطاری مدنی
﴾نگارشات ہاشمی﴿	از قلم مولانا محمد بلال احمد شاہ ہاشمی
﴾ماہنامہ التحقیقات (ربیع الاول 1444ھ کا شمارہ)﴿	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
﴾امیر معاویہ پہلی تین صدیوں کے اسلاف کی نظر میں﴿	از قلم مبشر تنویر نقشبندی
﴾زر خانۂ اشرف﴿	از قلم محمد منیر احمد اشرفی
﴾حضرت خضر علیہ السلام۔ایک تحقیقی جائزہ﴿	از قلم محمود اشرف عطاری مراد آبادی
﴾ایمان افروز تحاریر﴿	از قلم محمد ساجد مدنی
﴾انبیا کا ذکر عبادت۔ایک حدیث کی تحقیق﴿	از قلم اسعد عطاری مدنی
﴾رشحات ابن حجر﴿	از قلم فرحان خان قادری (ابن حجر)
﴾تجلیات احسن (جلد 1)﴿	از قلم محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی
﴾درس ادب﴿	از قلم غلام معین الدین قادری
﴾تحریرات شعیب (الحنفی البریلوی)﴿	از قلم محمد شعیب عطاری جلالی
﴾حق پرستی اور نفس پرستی﴿	از قلم علامہ طارق انور مصباحی

﴾خوان حکمت﴿	از قلم محمد سلیم رضوی
﴾صحابہ یا طلَقاء؟﴿	از قلم مبشر تنویر نقشبندی
﴾روشن تحریریں﴿	از قلم ابو حاتم محمد عظیم
﴾تحریرات ندیم﴿	از قلم ابن جاوید ابو ادب محمد ندیم عطاری
﴾امتحان میں کامیابی﴿	از قلم ابن شعبان چشتی
﴾اہمیتِ مطالعہ﴿	از قلم دانیال سہیل عطاری
﴾دعوت انصاف﴿	از قلم علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
﴾حسام الحرمین کی صداقت کے صد سالہ اثرات﴿	از قلم محمد ساجد رضا قادری کٹیہاری
﴾تحریرات ابن جمیل﴿	از قلم ابن جمیل محمد خلیل
﴾ماہنامہ التحقیقات (ربیع الآخر 1444ھ کا شمارہ)﴿	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
﴾مسئلۂ استمداد﴿	از قلم حمد مبشر تنویر نقشبندی
﴾حضرت امیر معاویہ اور مجدد الف ثانی﴿	از قلم محمد مبشر تنویر نقشبندی
﴾(میرے قلم دان سے﴿	از قلم احمد رضا مغل
﴾عوامی باتیں (حصہ 1)﴿	از قلم فیصل بن منظور
﴾تحقیقات اویسیہ (جلد 1)﴿	از قلم علامہ اویس رضوی عطاری
﴾امیر المجاہدین کے آثار علمیہ﴿	از قلم محمد آصف اقبال مدنی عطاری
﴾رافضیوں کا رد﴿	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
﴾چھوٹی بیماریاں﴿	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
﴾فتاوی کرامات غوثیہ﴿	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
﴾غامدیت پر مکالمہ﴿	از قلم ابو عمر غلام مجتبی مدنی
﴾خودکشی﴿	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
﴾مقالاتِ بدر (جلد 1)﴿	از قلم علامہ بدر القادری رحمہ اللہ
﴾ماہنامہ التحقیقات (جمادی الاولی 1444ھ)﴿	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل

﴾سردی کا موسم اور ہم﴿	از قلم خالد تسنیم المدنی
﴾رد ناصر رامپوری﴿	از قلم میثم عباس قادری رضوی
﴾چشمۂ حکمت﴿	از قلم محمد سلیم رضوی
﴾کتابوں کے عاشق﴿	از قلم محمد ساجد مدنی
﴾عبد السلام نامی علما و مشائخ﴿	از قلم (مفتی) غلام سبحانی نازش مدنی
﴾التعقبات بنام فرقۂ باطلہ کا تعاقب﴿	از قلم شعیب عطاری جلالی
﴾تحریر کی ضرورت و اہمیت﴿	از قلم عمران رضا عطاری مدنی
﴾دشمن صدیق و عمر﴿	از قلم امام جلال الدین سیوطی
﴾عرفان بخشش شرح حدائق بخشش﴿	از قلم اعظمی مصباحی، ذیشان رضا امجدی
﴾وسائل بخشش کا فکری و فنی جائزہ﴿ یہ کتاب	از قلم شاعر عمران اشفاق
﴾موسیقی فقہاے کرام کی عدالت میں﴿ یہ کتاب	از قلم محمد بلال ناصر
﴾ماہنامہ التحقیقات (جمادی الآخرہ 1444ھ)﴿ یہ کتاب	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل

AMO

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

enikah

niiii

BOOKS r

PS graphics

DONATE

ABDE MUSTAFA OFFICIAL

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.

amo.news/blog

Sabiya Virtual Publication

This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **amo.news/books**

E Nikah Matrimonial Service

E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.

www.enikah.in

E Nikah Again Service

E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books

Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **amo.news**

For futher inquiry: info@abdemustafa.com

SCAN HERE



PhonePe G Pay Paytm

9102520764

BANK DETAILS

Account Details :

Airtel Payments Bank

Account No.: 9102520764

(Sabir Ansari)

IFSC Code : AIRP0000001

or open this link | amo.news/donate



ماہنامہ

التحقیقات

(جمادی الآخرہ کا شمارہ)
۱۴۴۴ھ

A

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.

blog.abdemustafa.com

Sabiya Virtual Publication

This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **books.abdemustafa.com**

E Nikah Matrimonial Service

E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.**www.enikah.in**

E Nikah Again Service

E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books

Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **www.abdemustafa.com**

For futher inquiry: info@abdemustafa.com

M O

AMO
ABDE MUSTAFA OFFICIAL

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION



ISBN (N/A)

